تعلیماتِ قرآن و سُنّت اور نشأۃِ اسلامیہ کا علمبردار

سرپرست :

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب

اس شمارے میں

بدل اشتراک :
پاکستان میں سالانہ ۲۰/ روپے ۔ فی پرچہ ۲ دو روپے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ۔ ہوائی ڈاک ۲ دو پونڈ

صفر المظفر ۱۳۹۹ھ
جنوری ۱۹۷۹ء

جلد نمبر : ۱۴
شمارہ نمبر : ۴

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

کئی دن سے پاکستان کے دینی مدارس کی اصلاح وتنظیم کے نام سے حکومت کے مختلف عزائم اور تجاویز کا ذکر سننے میں آرہا ہے، کچھ عرصہ قبل صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی طرف سے بھی "اصلاح مدارس" کے سلسلہ میں کچھ ایسی باتیں سامنے آئی تھیں کہ ہمیں بڑے ملا نہیں چاہئیں اور مدارس کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہئے، اور اب اس سلسلہ میں حکومت کیطرف سے باقاعدہ ایک قومی کمیٹی کے قیام اور اس کی تگ ودو کی اطلاع بھی آئی ہے اگرچہ اس سلسلہ میں حکومت کے عزائم منصوبوں اور ارادوں کی واضح اور غیر مبہم تفصیل سامنے نہیں آسکی۔ مگر یہ بات قطعی ہے کہ اپنے پیش رو حکومتوں کیطرح موجودہ حکومت کو بھی دیگر اصلاحی اقدامات کیطرح مدارس عربیہ میں عمل دخل اور اس کے نظام ونصاب میں کمی بیشی اور ترمیم واضافہ کا شوق بڑی شدت سے دامنگیر ہے، جبکہ ایک طرف اس کے سامنے پراگندہ اور تباہ حال معاشرے کی معیشت وسیاست اور اخلاق وتہذیب کا ملبہ ایک ڈھیر کی شکل میں پڑا ہوا ہے۔ یورپ کا مسلط کردہ جدید عصری نظام ونصاب تعلیم اپنی ہزار خرابیوں کی شکل میں جوں کا توں قائم اور روبترقی ہے۔ جہاں انسانی مجد وشرف کی اعلیٰ صلاحیتیں پوری شدت سے ضائع ہورہی ہیں، اصلاح کے ہزاروں دیگر فوری مسائل اور شعبے توجہ طلب ہیں۔ مگر حکومت کو معلوم نہیں زیادہ دلچسپی عربی اور اسلامی علوم کی خالص اللہ کے توکل دھرد سے پر نشر واشاعت میں مشغول ان بے سروسامان اداروں اور مدارس سے کیوں ہے؟ اور ملک وملت کا خدا معلوم کون سا ایسا فوری بحران ہے جو مدارس کو مشق تحقیق بنائے بغیر ختم نہیں ہوسکتا۔ جبکہ تعلیم کے میدان میں جدید تعلیم گاہوں اور اس میں زیر تعلیم لاکھوں، کروڑوں افراد سے مدارس عربیہ اور اس میں پڑھنے پڑھانے والوں کی نسبت پانچ اور سو کی بھی نہیں ہے۔ ایسے وقت میں بے اختیار زبان سے نکلنے لگتا ہے کہ ؎

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

یہاں دو باتیں ہیں ایک مدارس عربیہ کے نظام اور نصاب تعلیم پر حقائق پر مبنی نظر اصلاح اور جدید تقاضوں کی روشنی میں اس میں تبدیلی یا اضافہ اور دوسری بات اس اصلاح ونگہداشت کے نام پر کسی بھی حکومت وقت کو مدارس عربیہ کو اپنے تصرف وتحویل اور نگرانی ونگہداشت اور اس میں عمل دخل کا حق جہاں تک نصاب تعلیم

کا مسئلہ ہے ، خود اربابِ مدارس اور اہلِ مدارس اس کے بارہ میں کبھی غافل نہیں رہے ۔ درس نظامی میں کمی بیشی اور مفید اشیاء کا اضافہ ایک حد تک ہوتا چلا آرہا ہے ۔ علوم آلیہ کی غیر ضروری کتابیں اختیاری حیثیت پا چکی ہیں ، ادب و تاریخ میں خوب سے خوب تر نصاب کی تلاش رہتی ہے ۔ مگر اصل مسئلہ اس نصاب کے بنیادی علوم کا ہے ۔ جو لوگ اور عموماً ماڈرن اور جدید دانشور نام نہاد محققین قسم کے افراد مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب کو تنقید اور طنز و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں ۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے تقریباً اکثر اس نصاب کے بارہ میں ابتدائی معلومات بھی نہیں رکھتے ، کجا کہ اس نصاب کی وسعت و گہرائی اور جامعیت کا انہیں علم ہو ـــــ الا ماشاء اللہ پھر انہیں یہ بنیادی مقصد اور اساسی ہدف بھی معلوم نہیں کہ یہ مدارس عربیہ ہزار ناگوار اور نامساعد احوال کے باوجود ہزاروں مصیبتیں جھیل کر علوم نبویہ دینیہ کی یہ شمع اس لئے فروزاں نہیں رکھتے کہ یہاں سے قوم کو حساب دان ، سیاستدان ، انجینئر اور مہندس فراہم کریں بالفاظ دیگر علوم نبوت کے ان کارخانوں اور انسانیت کے ان کارگاہوں کا مقصد وجود قوم کو لوہار ، مستری ، بڑھئی اور نجار و خیاط مہیا کرنا نہیں بلکہ معلم و مدرس خطیب و مبلغ داعی اور مصلح ، فقیہ و مفتی فراہم کرنا ہے ۔ یہ انسانیت کے تعمیر و تزکیہ کے مراکز ہیں ، سائنس اور سرجری کی معمل گاہیں نہیں ، تعلیم کتاب و حکمت ، تزکیہ نفوس تطہیر اخلاق ، تمیز حلال و حرام معرفت حق و شہادت حق ان کا اولین و آخرین مقصود ہے ۔ اس نظر سے دیکھنا چاہئے کہ کیا موجودہ نصاب جس کا بنیادی تعلق علوم کتاب و سنت اور فقہ و شریعت سے ہے اور باقی مروجہ علوم درس نظامی ان علوم کے وسائل و ذرائع ہیں نحو و صرف عربی لغت و ادب معانی و بیان و بدیع سب انہی علوم کتاب و سنت یعنی تفسیر و اصول تفسیر ، حدیث و اصول حدیث ، فقہ و اصول فقہ کے گرد گھومتے ہیں ۔ پھر کیا مذکورہ بالا مقاصد کے لئے یہ علوم کافی نہیں ہیں اور پھر کیا یہ ضروری ہے کہ مدارس عربیہ سے نکلنے والے علماء و فقہاء خطباء و مبلغین اپنے فن میں ہزار صلاحیت و استعداد اور اہلیت کے باوجود ڈاکٹر اور انجینئر بھی ہوں ، جغرافیہ دان اور حساب دان بھی ہوں ۔ اگر کسی یونیورسٹی یا کالج کے گریجویٹ کے لئے بیک وقت ان سب باتوں میں دسترس ضروری نہیں سمجھی جاتی نہ ڈاکٹر کو اس کے لئے نااہل سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ حساب دان اور انجینئر نہیں نہ کوئی بڑے سے بڑا گریجویٹ اس لئے نااہل ہو سکتا ہے ۔ کہ اسے مسلمان ہونے ہوئے اسلام کے بنیادی معلومات اور مبادی کا علم نہیں اسے اسلام کے اولین فرائض و اعتقادات پر بھی عبور نہیں ، پھر کیا ستم ہے کہ ہر حکومت کی تان انہی مدارس پر آکر ٹوٹ جاتی ہے ۔ اگر ان لوگوں کو علماء اور دینی افراد و رجال سے بڑی ہمدردی ہے اور انہیں یہ درد کھائے جا رہا ہے کہ علماء کی پسماندگی دور کی جائے اور معاشرہ میں انہیں معزز مقام مل جائے تو اس کا علاج ہرگز یہ نہیں کہ انہیں اپنے سانچہ میں ڈال دو انہیں اپنے اصل اور حقیقی مقصد سے ہٹا دو ان کا رخ علوم شریعت سے علوم دنیاویہ کیطرف موڑ دو بلکہ اصل علاج یہ ہے ، کہ تم معاشرہ کو یورپ کے

غلامانہ بندھنوں سے نکال کر محمد عربیؐ کے بتلائے ہوئے خطوط پہ ڈالدو معاشرہ اسلامی ہو جائے گا، تعلیم و سیاست، آئین و حکومت، نظام عدل و تعزیریہ اسلامی کر دینے کے بعد خود بخود علماء مدارس کو ان کا مقام مل جائے گا، ایک طرف تو آپ کسی معاملہ کے شرعی تشخص کیلئے قائم کردہ شریعت بنچ میں کسی عالم کو شریک کرنے کے روادار نہیں ہو سکتے، دوسری طرف آپ کو ان چند بوریہ نشین اہلِ حق علماء و طلباء کی روزی کا غم کھائے جارہا ہے کہ انہیں درزی موچی، ماسٹر اور ٹیچر انگریزی دان اور حساب دان بن کر رزق کا انتظام کرنا چاہیئے تاکہ نہ یہ دین کے رہیں نہ دنیا کے، بہرحال اصلاحِ نصاب کا یہ موضوع نہایت طول طویل ہے۔ نئے نئے تجربوں کے نہایت تلخ نمونے ہمارے سامنے ہیں۔ بہاولپور کی اسلامی یونیورسٹی جو آج مخلوط کلب بن چکی ہے۔ اور جہاں کسی بارلیش اجنبی کا داخل ہونا بھی اپنے لئے دعوت تضحیک دینا ہے۔ اور جہاں کی قال اللہ اور قال الرسول سے گونجنے والی عمارتیں اب عشق و محبت اور نامحرم جوڑوں کے باہمی راز و نیاز کی آماجگاہیں بن چکی ہیں۔ خدارا اور للہ ان مدارس کو فی الحال اپنے حال پہ رہنے دیجئے اور انہیں نئے نئے تجربوں کا تجربہ گاہ نہ بنائیے۔

مگر اس سے بڑھ کر جو مسئلہ پورے طبقہ علماء اور مدارس کے لئے اہمیت رکھتا ہے، اور جو دین کے تحفظ اور حق کے دفاع و اشاعت اور بقاء کیلئے ڈیڑھ دو سو صدیوں سے آزمایا گیا ہے، وہ ان مدارس کی آزاد غیر سرکاری خود مختارانہ حیثیت ہے۔ انگریز اپنی طویل اور مسلسل ریشہ دوانیوں اور ستم رانیوں کے باوجود اگر برصغیر میں اسلام کو نہیں ہٹا سکا اور بالآخر برصغیر آزاد اور اسلام اپنے اصل خدوخال کی شکل میں محفوظ رہا تو وہ انہی حریت فکر اور حکومتوں کی سرپرستی اور نگرانی سے آزاد و بے نیاز مدارس عربیہ اور اس سے وابستہ افراد کا نتیجہ تھا قادیانیت کو یہاں پنپنے کا موقعہ نہ مل سکا پرویز کے عزائم خاک میں ملا دیئے گئے۔ صدر ایوب کی متجددانہ جدوجہد کے لئے یہ زمین بنجر ثابت ہوئی۔ سوشلسٹوں کے لئے یہ ملک جہنم کدہ بن گیا۔ یہاں کا ذرہ ذرہ تحریک نظام مصطفیٰ میں اسلام اور نظامِ محمدی کے نعروں اور ولولوں سے چمک اٹھا اور بالآخر ملت اپنے اصل اور حقیقی منزلِ مقصود کے جادۂ حق پہ گامزن ہوگئی۔ تو اس میں اہم اور بنیادی کردار ان مدارسِ عربیہ کے اسی آزادانہ کردار، حریتِ فکر، بے نیازی اور وارفتگی وللہیت کا رہا۔ خدارا اسلام کے ان حصاروں اور قلعوں کو عجلت پہ مبنی اقدامات سے کمزور نہ کیجئے کہ امت کی یہ رہی سہی پونجی ایک دفعہ بازیچۂ اقتدار و حکومت بن گئی تو اس کے عصمت و تقدس کو پھر پچھتا پچھتا کر بھی بحال نہ کیا جاسکے گا۔ (جاری ہے)

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

ارشادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ محترم بھائیو! خداوند تعالیٰ کے ہر انسان اور ہر مخلوق پر غیر متناہی احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان تعدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔	اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو۔
الآیۃ ۔ (ابراہیم پ ۱۳)	(ترجمہ شیخ الہندؒ)

خاص کر اہل علم طبقہ اور ہم مساکین کے زمرۂ طلبہ پر جو فضل و کرم اور احسان ہے اس کی تو حد ہی نہیں، آپ کو علم کی راہ پر چلنے کی توفیق دی اور یہاں تک پہنچایا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

من سلک طریقاً یطلب فیہ علما	جو علم کی طلب میں علم کے راستہ پر چلنے لگا
سھل اللہ لہٗ طریقاً الی الجنۃ ۔	اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان بنا دیگا۔

علم اور جہاد میں فضیلت | غالباً امام مالکؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے درمیان اس بارہ میں بحث ہے، کہ زندگی کو جہاد میں صرف کرنا بہتر ہے یا علم کی راہ میں لگانا افضل ہے۔ امام مالکؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ دونوں فرماتے ہیں کہ جہاد کے مقابلہ میں علم دین میں مشغول ہونے کا درجہ زیادہ ہے۔ گو بعض اوقات کافروں کے حملہ کرنے کے وقت جہاد کی افضلیت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ مگر وہ منقبت عارضی ہے، جسطرح اقرا باسم ربک میں مقام کے تقاضا اور فضیلت عارضی کی وجہ سے اقرأ مقدم کیا گیا۔ مگر عام معتدل حالات میں افضل اور بہترین مقام حاصل کرنے کے لئے علم ہی ایک بہترین عبادت ہے، حالانکہ جہاد ایک ایسی عبادت ہے کہ ایک مجاہد ہر حال اور ہر وقت عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔ مجاہد کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا سب عبادت ہے، یہاں تک کہ اس کے گھوڑے اور اس کے بول و براز کو بھی اعمال صالحہ میں تولا جاتا ہے۔ ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ کوئی شخص مجاہد کے برابر بن سکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، ہاں جو شخص ہمیشہ صائم ہو دن رات عبادات تہجد

ذکر واذکار میں لگا ہو۔ شاید وہ شخص ایک غازی کے برابر ہو جائے۔

اب جہاد اور علم کے مقابلہ میں دونوں ائمہ کرام (جو زہد و تقویٰ فقاہت اور علم میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔) فضیلت علم کو ترجیح دیتے ہیں۔ اتنی عظیم نعمت کی توفیق پر اگر ہم شکریہ ادا کرنا چاہیں تو کس طرح ادا کر سکیں گے۔ اگر ہمارے جسم کا ایک ایک بال بھی زبان بن کر شکریہ میں لگ جائے تو ہم اس نعمت کا شکریہ ادا نہ کر سکیں گے۔

خلافت آدم بوجہ فضیلت علم سیدنا آدم علیہ السلام کو خلافت کا عظیم منصب ملا اس کی اولاد کو تمام مخلوقات پر جو فضیلت دی گئی وہ صرف علم ہی کی نعمت ہے وہ علم ہی کی منقبت اور خصوصیت تھی جس کی وجہ سے بنی آدم کو عالم پر درجہ دیا گیا حضرت آدمؑ کو علم کا مظہر بنا کر مخلوق پر برتری دی۔ اب حضرت آدمؑ کی اولاد میں وہ مقام خدا نے آپ لوگوں کو علم دین کا طالب بنا کر دیا اور اس راستہ پر چلایا خداوند تعالیٰ کی اس عظیم مہربانی فضل و کرم و احسان کا شکریہ کس طرح ادا ہو سکتا ہے۔ خاص کر مجھ ناچیز عاجز پر تمہاری خدمت کرنے کی توفیق دینے کی صورت میں جو عظیم احسان ہے میں اس کا ذکر کن الفاظ میں کروں۔ اگر میں تمام عمر سجدہ میں پڑا رہوں تو خداوند کریم کا شکریہ ادا نہ کر سکوں گا۔ قاصر ہوں۔ لا احصی ثناءً علیك۔ ہم کیا اور ہمارا شکریہ کیا۔ حضورؐ کی ذات اقدس جو افضل المخلوقات ہیں لا احصو ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك۔ کا ورد فرما کر اظہار شکر سے عاجزی ظاہر کرتے ہیں۔ خداوند کریم تمہارے درجات بلند فرما کر تمہارے علم و عمل کے ان مساعی میں برکت ڈال دے۔ تمہارا یہاں دار العلوم میں علم دین کے لئے جمع ہونا اور گھر بار چھوڑ کر آنا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے۔ طلبہ علوم دینیہ کا وہ مقام ہے کہ رحمت کے فرشتے ان کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں۔ حضور اقدسؐ نے وصیت کی اور تاکید بھی کی کہ علم کے طالبین جب تمہارے پاس آئیں تو انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہیں ان کے ساتھ کمال درجہ محبت رکھیں۔ اور ان کے بارہ میں میری طرف سے وصیت خیر قبول کریں۔

طلب علم کی راہ کے شدائد اور امتحانات علم کے اس اونچے مقام کے حصول کا پہلا مرحلہ طلب کا مرحلہ اور منزل ہے کہ علم کی تلاش میں گھروں کو چھوڑ کر نکل جانا پڑتا ہے۔ اور چونکہ علم دین کی طلب پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت دونوں میں ہر لحاظ سے بڑی اجر و مرتبت اور عزتیں مرتب کی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ منزل اتنی ہی تکالیف اور امتحانات سے بھری ہوئی ہے، عالم بننے کیلئے پہلی منزل طالب علمی کی ہے۔ جو بہت مشکل اور کٹھن ہے۔ ہر طرح امتحانات اس راہ میں ہمارے اکابر پر آئے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔ جتنی تکالیف آئیں تو سمجھنا چاہئے کہ اتنا ہی درجہ مقبولیت کا ہے اور اتنی ہی کامیابی اور اونچے شان کی علامت ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

العلم عزّ لاذلّ فیه یحصل بذل لاعزّ فیه۔	علم ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا کوئی شائبہ نہیں مگر بڑی تکالیف اور ذلتوں سے حاصل کیا جا سکے گا۔

اس راہ میں جتنی بھی فروتنی عاجزی تواضع اور انکساری کی جائے گی۔ تکالیف پر جتنا بھی صبر و تحمل ہوگا اتنی ہی زیادہ یہ دولت نصیب ہوگی۔ بھوک کی تکلیف آئے گی، کتابوں کے نہ ملنے کی تکلیف آئے گی، کئی قسم کی پابندیاں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا تب کامیابی نصیب ہوگی۔ اور یہ تجربہ اور مسلّمات میں سے ہے۔ کہ یہ عظیم عزت انتہائی ذلیل بننے (تکلیف اٹھانے سے) سے آئے گی۔

صحابہ کرامؓ کی حالت | ہمارے سب کے مقتداء صحابہ کرامؓ تھے ان کی زندگی اس بارہ میں ہمارے لئے نمونہ ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ میں تعلیم حاصل کرنے والے اصحاب صفہ بسا اوقات بے طاقتی اور بھوک سے کمزوری کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر جاتے باہر سے آئے ہوئے بدوی مہمان دیکھ کر یہ سمجھتے کہ ان پر آسیب یا مرگی کی بیماری ہے۔ ھؤلاء مجانون۔ (کہ یہ تو مجنون ہیں۔) اور نماز سے سلام پھیر کر اور ہمیں اس حال میں پاکر ہماری گردنوں پر اپنے قدم رگڑتے، گویا اپنے خیال میں جنات نکالنے کا علاج کرنا چاہتے تھے مگر وہ جنون نہ تھا۔ ہاں ایک جنون اور دیوانگی تھی اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے عشق کی دین کی طلب کی جسکی وجہ سے بھوک اور فاقے برداشت کرتے رہتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ بھوک نے ایک دفعہ مجھے پریشان کر دیا، مزدوری کا لباس پہن لیا ایک کھال گلے میں ڈال کر نکلے جو قلّی اور مزدور کی خاص نشانی ہے۔ مدینہ سے باہر ایک یہودی کا باغ تھا وہاں گیا اور دیوار کے دریچے سے باغ کے اندر جھانکنے لگا۔ یہودی نے دیکھ کر پوچھا: کیا مزدوری کرنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں، ایک کھجور پر ایک ڈول نکالنا طے ہوا۔ میں کنوئیں سے ڈول بھرنے لگا۔ اور ایک ایک ڈول کے بدلے وہ میرے ہاتھ میں ایک ایک کھجور رکھتے جاتے تھے۔ جب مٹھی بھر گئی تو چھوہارے کھائے پانی پی لیا اور ڈول چھوڑ کر سیدھا مسجد واپس چلا آیا، حضورؐ تشریف فرما تھے، پھر اسی تعلیم و تعلّم میں لگ گئے۔

صحابہ کرامؓ جب پڑھنے پڑھانے کے مشاغل سے فارغ ہو جاتے تو جنگل چلے جاتے، لکڑیاں چن چن کر لاتے اور دو چار پیسوں میں فروخت کرکے اپنی ضروریات کا انتظام کرتے اور پھر اپنے تمام اوقات قرآن و حدیث کے اسباق میں لگاتے۔

اکابر امت کی حالت | امام بخاریؒ نے کس غربت اور تکلیف سے علم حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کبھی حصول علم کے زمانہ میں ناغہ نہ کرتے مگر ایک دن اسباق میں حاضر نہ ہوئے طلبہ نے جاکر معلوم کیا تو فرمایا: کہ میرے پاس آج اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ عورت غلیظہ کو اس سے ڈھانک کر باہر نکلتا۔ اور سوال کرنا خودداری اور علم کی شان کے خلاف تھا۔ اس لئے اسباق میں حاضر نہ ہوا۔ تب انہوں نے چادر دی اور شریک ہوتے مشہور حکیم ابونصر فارابی نے درختوں کے پتے چبا چبا کر علم حاصل کیا۔ ہمارے اکابرین دیوبند میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ اور حجۃ الاسلام نانوتویؒ کی

مثالیں موجود ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ جن ایام میں یہ حضرات دہلی میں پڑھتے تھے تو بھوک کے مارے حالت یہ تھی کہ سبزی فروش (بقال) جو باسی سبزی رات کو پھینک دیتے تو یہ حضرات اسے صاف کر کے جوش دیتے اور گذر اوقات کر لیتے اور رات کو مطالعہ کے لئے مستقل روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو حلوائیوں کی دوکان کے قریب کھڑے ہو کر دوکان کے لیمپ اور بتی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے ابھی ہمارے زمانۂ طالب العلمی تک علم کی مشقتیں ایک عام بات تھی، مجھے خود یاد ہے کہ زمانۂ حصول علم میں کئی کئی مہینے صرف ایک ایک روٹی پر اکتفا کیا۔ پہلی مرتبہ دیوبند میں میرا جانا ایسے وقت ہوا کہ داخلہ بند تھا میرا داخلہ نہ ہو سکا وہاں سے میرٹھ چلا گیا وہاں استاذ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں گذارا مشکل ہے اگر ایک وقت کھانے پر صبر کرو تو میں دو چپاتیوں اور دال کا انتظام کرا دوں گا، میں نے اسے بھی غنیمت سمجھا، ایک غزنوی طالب علم نے جو ساتھی تھا، اللہ تعالیٰ اسے رحمتوں سے مالا مال کر دے، نے ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا۔ کافی دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ خود ایثار کر رہا ہے۔ اور دوپہر کا کھانا مجھے دیکر خود بھوکا رہتا ہے ـــــ دو چار مہینے میرٹھ کے اس حال میں گذرے، اس اپنے علاقہ کے ایک گاؤں میں ٹھہرے تھے، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، گرمی کا موسم تھا، مکئی اور گھاس کے پتے اور ساگ کھانے کیلئے ملتا تھا۔ اور سحری کیلئے پاؤ آدھ سیر چھاچھ، وہ بھی محلہ کے لوگ نمبر وار مسجد لاتے۔

موسیٰؑ اور خضرؑ کے واقعہ میں اہل علم کیلئے سبق | قرآن مجید کے سورۂ کہف میں تعلیم و تعلّم کے آداب اور طلب علم کی شان کے بارہ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کا تعلق زیادہ تر طلب علم اور اس کے ضوابط و شرائط سے ہے۔ اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے بخاری کی کتاب العلم میں اس واقعہ سے کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام بخاریؒ علم تفسیر میں بھی علم حدیث کیطرح بے نظیر ماہر ہیں۔ اگر تفسیر میں بھی بخاری شریف کی طرز کی کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو بے مثل چیز ہوتی۔

سورۂ کہف کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ سید السادات ہیں، لیکن حصول علم کے لئے رخت سفر باندھتے ہیں، مسافری و غربت برداشت کرتے ہیں۔ اولوالعزم نبی ہیں اور حضرت خضرؑ کے نبوت کے بارہ میں پہلے تو اختلاف ہے کہ نبی تھے یا نہیں، اگر ہوں بھی تو موسیٰ علیہ السلام کی شان کے برابر نہیں، حضرت موسیٰ کا درجہ بلند و ارفع ہے، تشریعی نبی ہیں۔ جاہ و جلال اور دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ بنی اسرائیل جیسی متمرّد قوم کو قبضے میں رکھا، پتھر کو لاٹھی سے مارا یہاں تک کہ جلالی شان ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اور فرعون جیسے جابر و ظالم کی حکومت کو تہ و بالا کر دیا۔ ایسے ظالم بادشاہ کیلئے آپ کا انتخاب کیا گیا جس نے انا ربکم الاعلیٰ۔ کا اعلان اور دعویٰ کیا۔ مگر حضرت موسیٰ کو اتنا رعب و جلال خدا نے دیا تھا کہ براہ راست فرعون ان پر گرفت نہیں کر سکے اور ایک دن بھی جیل تک کی سزا نہ دے سکے، کہیں بھی اشارہ نہیں کہ فرعون نے انہیں تکلیف پہنچانے کا حکم دیا۔ یہاں تک لکھا ہے کہ فرعون کے دربار میں جب آپؑ پہنچ جاتے تو فرعون کو خوف و رعب کی وجہ سے اسہال ہو جاتا۔ حالانکہ

اسی فرعون نے حضرت موسیٰ کی ولادت سے قبل ان کی ولادت کی پیشنگوئی سُنی تو ستر ہزار بچوں کو قتل کر ڈالا یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم۔ الآیۃ۔ حضرت موسیٰ کے مقابلے میں پیش کئے گئے ساحر جب حضرت موسیٰؑ پر ایمان لاتے تو انہیں سولی پر چڑھایا۔

لاصلبنکم فی جذوع النخل (طٰہٰ) اور سولی دوں گا تم کو کھجور کے تنہ پر (شیخ الہندؒ)

اور ظلم کا یہ عالم تھا کہ اپنی بیوی کو ایمان لانے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پر میخ ٹھونک کر جو میخہ طریقہ سے مار ڈالا، ایسی نیک اور پاکباز رفیقۂ حیات کو اس طریقہ سے قتل کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ مگر عجیب ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب سامنے آتے اور بحث و مناظرہ ہوتا تو فرعون اور اس کے ساتھی سب لرزہ براندام ہو کر دب جاتے ہمت نہ ہوتی کہ پولیس کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیدیتے، ہتھکڑی پہنوا دیتے یا ڈنڈا مار دیتے۔ ہاں خفیہ تدبیریں اور سازشیں کرتا رہتا مگر کامیابی نہ ہوتی، یہ تھا حضرت موسیٰ کے جاہ و جلال کا عالم کہ فرعون کو جرأت نہیں، کتنی مقبولیت اور وجاہت خداوندی تھی مگر یہی حضرت موسیٰؑ ہیں کہ اس شان و عظمت کے باوجود پوری عاجزی اور انکساری سے حضرۃ خضر کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے سامنے تقریر کر رہے تھے، بیان فصاحت و بلاغت سے بریز تھا، لفظ لفظ سے معجزانہ بلاغت و حلاوت نمایاں تھی اور سامعین متاثر ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے علم و حکمت سے متحیر ہو کر پوچھ بیٹھا کہ کیا اس وقت روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے۔ اب حضرت موسیٰؑ حیران ہوئے کہ اگر کہوں کہ ممکن ہے کہ مجھ سے بڑا عالم موجود ہے۔ تو بنی اسرائیل ٹیڑھی قوم ہے اب یہی بات اپنے لئے حجت نہ بنالیں کہ تجھ سے بڑھ کر عالم جب موجود ہے تو ہم آپ سے رشد و ہدایت کیوں حاصل کریں ہمارے سامنے تو وہی عالم آنا چاہیئے۔ اس طرح یہ لوگ علم اور وحی کے فیض سے محروم ہو جائیں گے۔ اور یہ ٹھیک بھی ہے کہ پیغمبر اپنے وقت کا بہت بڑا عالم ہوتا ہے جس کے علم کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا اور پھر اولوالعزم پیغمبر اور تورات سنانے والا تو سیدنا موسیٰؑ کی زبان سے نکلا کہ میں اس وقت اعلم ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایک پیغمبر کے دل میں بڑائی کا احتمال بھی نہیں صرف ترغیب مقصد تھی ادعا اور تکبر نہیں کبر کا تصور بھی نہیں مگر صورت دعویٰ کی بن گئی۔ حق تعالیٰ کیطرف سے مواخذہ ہوا اور فرمایا گیا: بلی عبدنا خضر ھو اعلم منک۔ اور حضرت موسیٰؑ کی رہنمائی کی گئی حضرت خضر کیطرف۔ حضرت موسیٰؑ کو معلوم ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر ایک عالم ہے، تو اس وقت علم کا ایک ولولہ پیدا ہوا اور خود تمنا ظاہر کی کہ یا اللہ اُن سے ملنے کا تو انتظام فرما دے اور صرف ملاقات کیلئے نہیں بلکہ تعلّم کے لئے سفر اختیار کیا۔ بڑی مشقتوں اور تکالیف کے بعد اُن کی خدمت میں پہنچ گئے۔ خادم ساتھ ہے، کھانے کیلئے کئی دن کی باسی روٹی اور خشک مچھلی زادِ راہ ہے، چلتے چلتے تھک گئے قرآن مجید میں اس سفر علم کی مشقتوں کو حضرت موسیٰؑ کی زبانی ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ آتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا۔ (کہف) لا ہمارے

پاس ہمارا کھانا. ہم نے کھائی اپنے اس سفر میں تکلیف۔" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

جب حضرت خضرؑ کے ہاں پہنچے وہ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، حضرت موسٰیؑ نے سلام کیا۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا انّی بارضك السلام۔ یہاں کیا سلام کرتا ہے۔ حضرت موسٰیؑ نے اپنا تعارف کیا کہ میں موسٰی بنی اسرائیل ہوں، اور بہت نرمی سے درخواست پیش کی کہ میں اس لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ :

ھل اتبعك علٰی ان تعلّمن	کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ تو مجھ کو
مما علمت رشدا۔	سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ۔

اتباع اور پیروی کی درخواست پیش کرتے ہیں۔ مگر ادھر سے حضرت خضرؑ نے سختی سے جواب دیا۔

انك لن تستطیع معی صبرا۔	تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ۔

اور فرمایا کہ میرے پاس جو علم ہے اس کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اور مجھے تمہارے علم کی۔ مگر پھر بھی حضرت موسٰیؑ نہایت عاجزی سے درخواست پیش کرتے ہیں۔

ستجدنی ان شاء اللہ صابراً ولا اعصی	تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا
لك امرا۔	اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم۔

ایک بہت بڑے انسان اور اولوالعزم پیغمبر کے منہ سے یہ منّت ولجاجت معمولی بات نہیں صرف علم حاصل کرنے کیلئے اتنی عاجزی اور انکساری اس منّت سماجت کے بعد جب حضرت موسٰیؑ کے تڑپ واشتیاق کا یقین ہوا تو ساتھ رہنے کی اجازت دیدی مگر داخلہ کیلئے یہ شرائط لگائے کہ تم از خود کسی واقعہ کے بارہ میں سوال نہیں کرسکو گے پوچھنے کی ممانعت ہوگی ایک ذہین اور ذکی طالب العلم پر اگر اتنی کڑی پابندی لگائی جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ مگر حضرت موسٰیؑ نے یہ پابندی بھی قبول کی معمولی پابندی نہیں تھی ایک طالب العلم کا گلا گھٹ جاتا ہے کہ تجسس اور استفہام اور سوال کرنے کی اجازت بھی نہ ہو۔

فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیئ	پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو
حتی احدث لك منه ذکرا۔	مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں
...	تیرے آگے اس کا ذکر۔

وہی عظیم پیغمبر جس کے سامنے چھ لاکھ اسرائیلی خاموش دبے رہتے ایک لفظ منہ سے نہ نکال سکتے لیکن طلب علم کی شان میں یہ عاجزی اور منّت سماجت اور یہ اس حال میں جب آزادی مل گئی تھی دولت وسلطنت دی تھی مگر پھر بھی استاذ کے سامنے کتنے جھکے ہیں شرائط مانتے اور جب شرط کی پابندی نہ ہوسکی تو معافی مانگتے ہیں۔

قال لا تؤاخذنی بما نسیت ولا ترھقنی	کہا مجھ کو نہ پکڑ میرے بھول پر اور مت ڈال مجھ پر
من امری عسرا۔	میرا کام مشکل۔ (شیخ الہندؒ)

بارہ جب شرط کی خلاف ورزی ہوئی اور ڈانٹ ملی تو پھر بھی درگذر کرنے کی درخواست پیش کی کہ ایک مہلت اور دے دیں۔

قال ان سالتک عن شیئی بعدھا	کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد تو
فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرا۔	مجھ کو ساتھ نہ رکھیو تو اتار چکا میری طرف سے الزام

اور پھر بالآخر جب مرضئ خداوندی پوری ہوئی تو حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو گویا مدرسہ علم سے خارج کر دیا

ھذا فراق بینی وبینک۔	اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ۔

تو حضرت موسیٰؑ کا یہ واقعہ اہل علم اور طلبۂ دین کیلئے بہت بڑی عبرت و موعظت کا واقعہ ہے۔ کہ علم اتنی بڑی عزت ہے۔ کہ ایک پیغمبر بھی بعد از سیادت علم کیلئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ مگر حاصل تب ہوتا ہے کہ بہت زیادہ تواضع اختیار کی جائے۔ بنی اسرائیل یہ مان بھی نہیں سکتے کہ حضرت موسیٰؑ اتنا عجز و لجاجت اور اسی وجہ سے اس واقعہ کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں۔

خشیۃ و تواضع اور یہ تواضع سب سے پہلے اللہ کے سامنے اختیار کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ علم خدا کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ یہ صفت عاصی اور نافرمان کو نہیں دیتے۔ تب عالم بنیں گے کہ اللہ کے سامنے عاجزی اور تابعداری اختیار کریں اللہ کا خوف و خشیۃ پیدا ہو۔ ارشاد فرمایا:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔	اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں
(فاطر پ۲۲)	جنکو سمجھ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تمام بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔ انما کلمۂ حصر ہے کہ ما یخشی اللہ من عبادہ الا العلماء۔ کہ اگر خدا کا خوف پیدا ہو تو سمجھو کہ عالم ہے ورنہ نہیں اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اکثر علماء زمانہ خوف و خشیۃ سے عاری ہیں ان کے اعمال فاسد ہیں۔ اور دوسرے طرف بسا اوقات غیر علماء افراد میں خشیۃ خداوندی موجود ہے۔ اب کلام خداوندی تو اصدق الکلام ہے اسکی کیا توجیہ کی جائے گی۔ تو یہاں سے اس اشکال کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر خوف ہو تو عالم ہے ورنہ جاہل۔

علم کی حقیقت اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم کا ترجمہ "دانستن" ہے۔ ہمارے خیال میں عالم وہ ہوتا ہے کہ اس کے دماغ میں حافظہ میں جو حدیث یا حکم خداوندی ہو وہ زبان سے ادا کرے اور لوگوں کو حلال و حرام بیان کرتا رہے۔ حالانکہ یہ علم نہیں ہے۔ کیونکہ کاغذوں اور کتابوں پر بھی نقوش ہوتے ہیں۔ بلکہ پتھروں پر بھی کلمات حق کندہ اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر ان چیزوں کا محفوظ کرنا علم ہے تو یہ چیزیں ہم سے زیادہ عالم ہوں گی۔ مگر کتابوں اور کاغذوں کو عالم نہیں کہہ سکتے اور آج کل تو ٹیپ ریکارڈر میں تمام مضامین لفظ بلفظ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اسے بھی عالم کہا جائے گا۔ اس طرح اس شخص کو

جو کاغذات اور کتابوں سے نقوش اور مضامین کو ذہن میں منتقل کر دے عالم نہیں کہہ سکتے بلکہ علم تو۔ نورٌ یقذفہ اللہ کے مطابق تو ایک نور اور روشنی ہے ایک قلبی شے ہے جس سے دل منور ہو جاتے۔ اب بظاہر جو علماء اعمال منہیہ کرتے ہیں اور منکرات میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کے قلوب علم سے خالی ہوتے ہیں اور بعض غیر اہل علم عوام بظاہر عوام معلوم ہوں لیکن ان کا قلب اس روشنی سے منور ہوتا ہے جسکی وجہ سے درحقیقت وہ لوگ عالم ہیں اور اس کی وجہ سے خشیۃ اُن میں پائی جاتی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں:

انّ اللہ لم یتّخذ جاھلاً ولیّاً فان اخذہٗ علّمہٗ۔

اللہ نے کسی جاہل کو دوست نہیں بنایا اگر بنایا تو اسے تعلیم دے کر اور علم کی دولت دے کر بنایا۔

علم حقیقی اور بصیرت ملا نظام الدین سہالویؒ مشہور علامہ تھے درس نظامی ان کے نام سے موسوم ہے۔ علامہ بحر العلوم عبد العلیؒ کے والد ہیں۔ ان کا ایک مرشد تھا، بلکہ عوام جیسا ان پڑھ کتابیں نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب مراقبہ ہوتا اور استغراق طاری ہو جاتا تو شرح اشارات وغیرہ کی عبارات اور اصطلاحات زبان پر جاری ہوتیں، جب مراقبہ سے اٹھ جاتے تو فرماتے کہ محقق طوسی کو جہنّم کے اسفل الطبقات سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ بہت دور ہوتا جاتا ہے معلوم نہیں اس نے کیا لکھا ہے۔؟ تو گویا ظاہری کتابوں کے علم سے جاہل مگر قلبی بینائی اور بصیرت کا یہ مقام تھا۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا مدنی قدس سرّہ العزیز اس قسم کے کئی واقعات بیان فرماتے، انہوں نے فرمایا کہ قریبی زمانہ میں ایک صاحب حسن الافغانی گذرے ہیں۔ قرآن مجید نہیں پڑھا تھا، عالم نہیں تھے مگر عارف اور بندہ مومن تھے، ایک طالب العلم نے قرآن مجید اور اسکی شرح جلالین یا بیضاوی شریف کی عبارت دونوں وزن اور لہجہ میں شروع کر دی امتحان لینا مقصود تھا۔ چنانچہ وہ ہر ہر حرف کا سننے میں امتیاز کرتا کہ یہ جملہ قرآن مجید کا ہے، یہ نہیں، بظاہر ایک ہی لہجہ اور ایک ہی قرأت میں سناتے مگر اُسے اندازہ لگتا کہ یہ جملہ بیضاوی کی عبارت اور یہ جملہ کلام الٰہی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ قرآن مجید کے لفظ کے ادا ہونے کے وقت عرش سے اسفل السافلین تک روشنی کی ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے جو مجھے محسوس ہوتی ہے۔ اور جب دوسرے الفاظ ادا کئے جائیں تو وہ روشنی اور چمک ختم ہو جاتی ہے۔

ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک کے مشہور اور معزّز شخص خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم نے ایک واقعہ سنایا، گو وہ رسمی عالم نہیں تھے، دقائق حقائق سے لاعلم تھے۔ مگر بصیرت اور ذہانت حد درجہ تھی، انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک دفعہ ایک شخص کی تقریر سن رہا تھا۔ عجیب دقائق و نکات بیان کر رہا تھا جسکو سن کر حیرانی ہوتی تھی۔ لیکن چہرہ پہ نورانیت کا نام نہیں تھا بلکہ نحوست برس رہی تھی، اندر سے سیاہ معلوم ہو رہا تھا۔ ہم نے جب بعد میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ لاہوری مرزائیوں کے محمد علی لاہوری مفسر قرآن ہیں۔ اب اہل بصیرت سمجھ جاتے ہیں کہ اس کے چہرہ

یہ باایں ہمہ علم و دانش تحقیق کے نورِ ایمان نہیں ہے۔ اور واقعی لوگوں کا خیال ہے کہ اگر محمد علی لاہوری نے قرآن کے بعض مقامات کی تفسیر میں تحریف و تبدیل نہ کی ہوتی اور مرتد نہ ہوتا تو اسکی تفسیر انگریزی زبان میں ایک مفید اور کارآمد تفسیر ہوتی تو علم کا مدار ظاہری فہم و دانش نہیں باطنی چیز ہے اور جس کا باطن اس روشنی سے متصف ہو وہی خشیۃ خداوندی کو بھی جانے گا۔

علم نافع وغیر نافع اب علم کی کثرت کے باوجود بدعملی عام ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے: اللّٰھم انی اعوذبک من علم لا ینفع (الحدیث) اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس سے قلب میں خوف پیدا نہ ہو، بدعملی زائل نہ ہو اور جس سے نفع نہ ہو، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا علم تو ہمارے نزدیک علم ہی نہیں لیکن ہمارے قلوب سے بھی خشوع و خضوع اٹھ گیا ہے۔ علم ہے مگر خضوع و خشوع نہیں، علم نفع نہیں دے رہا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ علم کے زوال کی ابتدائی علامت یہ ہوگی کہ مساجد میں جا کر کسی شخص کے چہرے پر خشوع و خضوع کے آثار محسوس نہ ہوں گے تو ایسا علم علم نہیں جہل ہے۔ وانّ من العلم لجهلاً۔ جسطرح کالجوں کا علم ہے، اس طرح ہمارا علم بے سود بن گیا ہے۔

ایک عالم فرماتے ہیں کہ اتنا علم انسان کیلئے کافی ہے جس سے خدا کا خوف پیدا ہو اور اتنا جہل کافی ہے کہ اپنے علم و عمل پر غرور کرے یہ بڑا جاہل ہے۔ اب شیطان سے بڑا جاہل کون ہے کیونکہ وہ اپنے نفس اور علم پر مغرور ہوا خدا کے سامنے فروتنی اور ذلّت اختیار نہ کی تو یقینی ہے کہ عالم نہیں بن سکتا۔ غلطی یہ ہوتی کہ علم دین کو مقصود بالذات اور مقصودی چیز سمجھ بیٹھے۔ غیر مقصود اور وسیلہ کو مقصود بالذات بنالیا، حالانکہ علم کی اضافت ہے دین کیطرف اور مضاف و مضاف الیہ دونوں میں تغایر ہوتا ہے، علم اس لئے افضل ہے کہ اس کا مضاف الیہ دین ہے۔ اور دراصل افضل اور بہتر یہی دین ہے۔ علم اس کے سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ اور دین والا وہ ہے جو متمتع بالدین حاصل کرے۔ تو مقصود دین ہے جو عبارت ہے، تعلق اور رابطہ مع اللہ سے جو بندے اور رب کے درمیان ہے جسکی دوسری تعبیر ہے عبودیت اور بندگی ارشادِ خداوندی ہے: وما خلقت الجنّ والانس۔ (اور میں نے جو بناتے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو) الا لیعبدون۔ (الذاریات۔ پ۲۷)

پہلی منزل خوف خداوندی یہ علم وسیلہ ہے اس چیز کے حاصل کرنے کا اور ان طریقوں کے جاننے کا جو عبدیت اور غلامی کے راستے ہیں اور یہ چیز حاصل ہوتی ذلّت سے تو گویا ذلّت اور تواضع کی پہلی منزل خوف خداوندی ہے، اگر یہ نہ ہو تو یہ سفر و غربت اور مشقت و تکلیف سب رائیگاں ہے اور جو فضیلتیں اور منقبتیں ہیں سب بے کار ہیں۔

امام شافعیؒ کو پہلی وصیّت اپنے استاذ نے ترک معاصی اور گناہوں سے اجتناب کی فرمائی۔

شکوت الی وکیع سوءَ حفظی فاوصانی الی ترك المعاصی

اور جب اللہ کے سامنے عاجزی اور تواضع پیدا ہوگی تو اخلاق فاسدہ نکل جائیں گے۔ اللہ کے بندوں کے بارہ میں بھی قلب

سے تکبر اور بڑائی کے خیالات نکل جائیں گے اور علم کی برکتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔

تواضع و سادگی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ الٹے کا پاجامہ پہنے ایک موٹی لکڑی گنواروں کی طرح کاندھے پہ رکھ کر راستے پہ چلتے کئی کئی دن مجلس میں باتیں نہ کرتے جب تک ضروری اور مجبوری نہ ہوتی شانِ تواضع کا یہ عالم تھا اور علم و حکمت میں کتنی اونچی شان تھی۔ ایک دفعہ حضرت نانوتویؒ کہیں تشریف لے گئے تقریر فرمائی۔ معرکۃ الآراء تقریر تھی مگر اپنا نام ظاہر نہ ہونے دیا تقریر کے بعد لوگوں نے ان ہی سے مولانا محمد قاسمؒ کے متعلق پوچھا اور حالات دریافت کرنے لگے تو فرمانے لگے ہاں وضو اور نماز کے مسائل جانتا ہے۔ ۔۔۔ تو باایں ہمہ کمالات وھبیہ اور علوم دینیہ کے یہ تھی شانِ اخفاء۔

مولانا مدنیؒ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ (حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کو ہم نے خود دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیر مذاہب کے ہنود وغیرہ کو خود ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کے پاؤں دبا رہے ہیں۔ سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لئے گاڑیوں میں پاخانے تک صاف کئے مہمانوں کی بے خبری میں ان کو چلم اور حقہ بھر وا کر پیش کیا۔ اتنی شانِ تواضع اور انکساری، دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ننگی تلوار تھے انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے۔

خودداری مگر خودداری تھی، خلاصہ یہ کہ انگریزی تو ٹیوشنوں اور غرور و تکبر سے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر علم دین، تواضع اور ذلیل ہونے سے حاصل ہوگا، ٹیوشنوں سے نہیں کہ اساتذہ گھر پہ آکر تمہیں پڑھائیں اس کے لئے سفر اختیار کرنا عام مجالس اور حلقوں میں بیٹھنا ہوگا۔ بخارا کے حاکم خالد نے امام بخاریؒ سے اصرار کیا کہ مجھے اور میرے بچوں کو یہاں آکر پڑھایا کرو انہوں نے انکار کیا پھر حاکم نے کہا کہ میرے بچوں کو اپنے ہاں خصوصی مجلس میں پڑھایا کرو ۔۔۔ لیکن امامؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی ان کے ساتھ درس میں شرکت کرے تو منع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حاکم ناراض ہوا اور امامؒ کو ملک بدر کیا، تکالیف برداشت کیں مگر علم کی عزت بچائی۔ مگر اس شانِ تواضع اور عجز و انکسار کے ساتھ ایک عالم اور طالب العلم کیلئے استغناء اور خودداری نہایت لازمی چیز ہے۔ اہل علم کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ اگر حکومت و مملکت اس شرط پہ ملے کہ علم چھوڑنا پڑے گا۔ تو ہمیں اسے ٹھکرا کر علم کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور سچے اہل علم ایسا ہی کرتے ہیں۔ مال و دولت کی کوئی وقعت نہیں۔ اہلِ دنیا میں مال کی وجہ سے خودداری اور استغناء عن الخلائق پیدا ہو جاتی ہے۔ جو فانی چیز ہے۔ تو ہمیں تو علم جیسی اعلیٰ اور غیر فانی دولت اور اشرف و اعلیٰ شے جو کمال احسان اور نعمت خداوندی ہے۔ اسکی وقعت اور اس کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مخصوص وراثت نحن معاشر الانبیاء لانورث ما ترکناہ صدقۃ۔ اور وارث اپنے مورث کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور نیابت و قائم مقام ہونے میں فرع کا حکم اصل جیسا ہوتا ہے اور میراث الٰہی

اشیاء میں جاری ہوتا ہے۔ جو مورث کے ساتھ مختص ہوں۔ اگر مورث کے ساتھ کسی کی چیز عاریت یا امانت یا قرض ہو تو اس میں میراث جاری نہیں ہوتا غیر مخصوص اشیاء میں میراث جاری ہوتا ہی نہیں۔ اب مذکورہ حدیث العلماء ــ الخ سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے ساتھ مخصوص چیز علم تھا۔ اور علماء کو یہ میراث و نیابت اس مخصوص صفت علم کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اموال تو قارون و فرعون کے ساتھ مختص تھے اور عملی کمالات کیلئے بھی کمال علمی موقوف علیہ ہے۔ اگر علم نہ ہوتا تو اعمال کی افضلیت و اہمیت واضح نہ ہو سکتی اس کے لئے امام بخاریؒ نے مستقل باب باندھا ــ کہ العلم قبل القول والعمل ۔ کہ علم ذاتی اور زمانی دونوں لحاظ سے مقدم ہے۔ یہ محتاج الیہ اور مقدم اور قول و عمل متاخر و محتاج ہے۔

علم صفت کمال ہے، آئینہ جب مظہر شمس ہوا، تو اس کی خاصیتیں مثلاً روشنی، تحریق (جلانا) وسلب نظر وغیرہ اس میں متحقق ہو جاتے ہیں۔ اب جب علم مظہر اتم صفت خداوندی ہوا تو اس میں ایسے خصائل نہ آنے چاہئیں جو علو، فخر، تعلی اور تکبر پہ دلالت کرتے ہوں۔ ہمارے شیخ الشیوخ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی فرمایا کرتے تھے کہ واللہ العظیم کہ قاسم اس دیوار سے بھی زیادہ نادان اور جاہل ہے۔ اب طالب علموں کے دماغ میں بہت جلد غرور کا نشہ آجاتا ہے۔ چند مسائل سے اتنا پندار آجاتا ہے کہ حد نہیں ہوتی۔ ہمارے استاذ شیخ حضرت مولانا مدنیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مولوی صاحب جب بھی مجلس میں بیٹھ جاتے تو کہا کرتے کہ یہ عوام حشرات الارض ہیں حالانکہ یہ غلط ہے، لوگوں کو برا نہ سمجھنا چاہیئے لوگوں کا کھاتے پیتے ہیں وہ ہمیں کھلاتے ہیں۔

علمی نخوت و غرور ب ہم نے علم حاصل کیا یہ خدا کی داد ہے۔ تو اس میں ہمارا کیا کمال ہے کہ اس پر غرور کیا جائے۔ ارسطو کے متعلق لکھا ہے۔ کہ جب وہ سو جاتا تو نیند کی حالت میں کتے کی طرح بھونکتا اور لوگ اس کے قریب نہ سوتے۔ کہ ساری رات نیند خراب ہوگی۔ اس کے غرور اور علمی پندار کو نیچا کرنے کے لئے یہ عذاب اس پر مسلط کیا گیا تھا۔ جب لوگ اسے نیند کی یہ کیفیت سناتے تو وہ خود رو یا کرتا اور کہتا کہ کیا کروں؟ مجھے اتنا علم بھی نہیں ہو سکتا، کہ خواب میں بھونکتا ہوں۔ طلبہ کے غرور اور گھمنڈ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عالمگیرؒ مرحوم کا جلوس راستہ سے گذر رہا تھا، عالمگیرؒ ایک علم دوست شخص تھا، ہزاروں احادیث یاد تھیں، جلیل القدر عالم تھا۔ راستہ میں جلوس کے ساتھ ایک طالب العلم کتاب لئے ہوئے جا رہا تھا، اور بار بار مسکرا دیتا، ہنس دیتا۔ عالمگیرؒ کی نظر اس پہ پڑی تو وزیر کے ذریعہ اس سے دریافت کیا کہ سچ سچ کہو کہ کس خیال کی وجہ سے تم بار بار ہنس رہے ہو۔ جیسے کہ کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس طالب العلم نے جواب دیا کہ سچ تو یہ ہے کہ اس بادشاہ پہ ہنس رہا ہوں کہ گھوڑے پر کس شان سے چڑھا بیٹھا ہے لیکن اگر اب کافیہ کی ایک عبارت اس کے سامنے رکھوں تو جواب نہ دے سکے گا۔ تو اکثر مولویوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ معمولی چیزیں سیکھ کر گھمنڈ کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کو جاہل سمجھ بیٹھتے ہیں۔

علم ضروری وغیر ضروری ۔ بہرحال علم وہ موقوف علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام کا ہو۔ سقراط و بقراط ارسطو اور حکمائے یونان کے علوم نہیں، ہاں ان کا سیکھنا بھی ضروری ہے، مگر مقصود بالذات۔ اس کی اہمیت نہیں مثلاً گھر میں رہنے سہنے کے کمرے مقصود ہیں، لیکن پاخانہ اور غسل خانہ بھی بنا بر ضرورت بنانا پڑتا ہے جس گھر میں نہ ہوں تو وہ ناقص ہے۔ علوم انبیاء بمنزلہ گھر کے ہیں اور دیگر علوم بمنزلہ بیت الخلاء و غسل خانہ کے ہیں۔ مگر آج کل طلباء و علماء کی اکثر زندگی انہی غیر ضروری چیزوں میں بسر ہو جاتی ہے ۔۔۔

علم منقولات علم انبیاء علم معقولات علم اشقیاء

علم منقولات بندہ می کند علم معقولات گندہ می کند

تو بہرحال اتنی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے علماء کو عطا فرمائی، تو علماء کس وجہ سے احساس کمتری و کہتری میں مبتلاء ہوں یہ تو مہلک چیزیں ہیں اور اس کے ساتھ احتیاج اور طمع کا اظہار بھی مہلکات میں سے ہیں۔

ہمارے حضرت شیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ علوم آلیہ عقلیہ اور فنون نظامیہ کی حیثیت ایک سیڑھی کی ہے۔ اور اور اس میں کمال و مہارت حاصل کرنا ایک سیڑھی کا فراہم کرنا ہے۔ اصل چیز تو چھت پر چڑھنا ہے اور علوم قرآن و سنّت بمنزلہ چھت کے ہیں، اس سے زیادہ ناسمجھ کون ہوگا جس کی ساری زندگی سیڑھی ہی پر گذر جائے۔

اُجرت علی التعلیم ہمارے اساتذہ و شیوخ اکابرین دیوبند پچاس، ساٹھ روپے کے مشاہرہ پر گزر اوقات کرتے رہے اور ان حضرات کو اس زمانہ میں کلکتہ، حیدر آباد وغیرہ سے پندرہ پندرہ سو اور دو دو ہزار ماہوار کی پیشکش کی گئی مگر انہوں نے ٹھکرا دیا علماء کے لئے یہ بات بہت باریک اور قابل احتیاط ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو اُجرۃ علی التعلیم کا سرے سے اجارہ ہی فاسد ہے۔ متاخرین و مشائخ بلخ نے بقدر ضرورت جواز کا فتویٰ دیدیا ہے۔ لیکن علم کی تعلیم اور دین کی تبلیغ کیلئے ان چیزوں کا موقوف علیہ بنانا تو بالکل غلط ہے، کیونکہ علم کا مقصد تو کمائی نہیں۔

(علم سے مقصد صرف تہذیب نفس و اصلاح اخلاق اور حلال و حرام کا پہچاننا نہیں بلکہ اس کا مقصد اوروں تک پہنچانا اوروں کو مہذب بنانا بھی ہے اور ایک عالم کیلئے ابلاغ علم و حدیث فرض ہے۔)

اگر اس طلب علم اور عالم بننے کا مقصد دنیا کا حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے یہ راہ کیوں منتخب کی جائے، جس میں مشقتیں اور تکلیفیں ہیں اور پھر مال کا ملنا بھی موہوم ہے اور پھر زوال علم کے اس دور میں کہ عالم کو دنیا کے لحاظ سے حقیر سمجھا جاتا ہے۔ مال کی کمائی اور دنیاوی تعیش کیلئے تو اور بھی کئی طریقے تھے تجارت کرتے زراعت اور مزدوری کرتے فوج میں بھرتی ہوتے تو قوت اور دولت تو یقیناً حاصل ہو جاتی اب اگر نفس کے ساتھ مشورہ کرو اور اس سے رائے

تو تو نفس یہی جواب دے گا کہ :

دنیا کی زندگانی فانی ہے ، دین کی بقاء واشاعت اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پہ چلنے چلانے کیلئے جو ہر چیز سے محبوب ہے اس کیلئے بھی ایک زمرہ اور جماعت چاہیئے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے ۔

اب نفس سے کہہ دو کہ تم نے دین کا نمونہ اور علم دین کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اگر تم اس علم کی لاج نہ رکھو اس کے احکام کی برملا پابندی نہ کرو تو اسلام اور دین پہ بدنما داغ آئے گا عوام کا دعویٰ دین کے نمائندہ ہونے اور نیابتِ رسول کا نہیں ایک شخص نے عالم اور مولوی کا لباس اختیار کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہوں اس کے لائے ہوئے دین کا سیکھنے والا اور پھیلانے والا ہوں۔ اب اگر اس کی نمائندگی کرنے والے ایسے بھی ہوں جو سال بھر نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام نہ کریں ، داڑھی کترائیں منڈھائیں اور سنت کی پیروی نہ کریں (حالانکہ علماء کا اجماع ہے کہ قبضہ سے کم داڑھی کاٹنا تراشنا اور منڈھوانا ایک ہی حکم ہے اور ایک ہی طرح سنتِ رسول کی مخالفت ہے ۔گویا بالاجماع فاسق ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ ہے ۔)

عالم کے متعدی اثرات اب اگر کوئی اسلام کا نمائندہ دار العلوم یا اور کسی دینی مدرسہ کا طالب العلم بن کر اس فسق کے بورڈ کو لگا کر بازار میں پھرتا رہے اور ایسی حرکات کر رہا ہے جو اسلام کے خلاف ہیں تو وہ تمام طبقہ علماء مدرسہ اور دار العلوم ، اپنے اساتذہ اور دین کو بدنام کر رہا ہے ۔ اور جب اس علم کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا تو کس نے اسے مجبور کیا ہے کہ اس نے اس راستہ کو منتخب کیا اوروں کی غلطی تو ایک لازمی نقصان ہے ۔مگر ایک مقتدا اور پیشوا کی غلطی سے متعدی نقصان ہوا اوروں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے ۔ اس وجہ سے تو علماء نے لکھا کہ شیخ کا ریا بھی اور لوگوں کی عبادت سے افضل ہے ہمارے اخلاق اور عادات کا اثر لامحالہ عوام پہ ہوتا ہے ۔اگر اچھے ہوں تو باعث تقویتِ دین ورنہ باعث بدنامی دین ہوں گے ۔

عالم کی قدر و منزلت کا غیبی نظم فتنوں کے اس دور میں بھی یہ لوگ جو ہمیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اسی دین کے نام کی وجہ سے کہ ہم نے اس دین کی حفاظت واشاعت کا دعویٰ کیا ہے جو خدا تعالیٰ نے حضور نبی کریمؐ پہ اتارا ہے ۔ فتنوں کا زور ہے پھر بھی دیکھو ایک عالم کی عزت ایک وزیر سے زیادہ ہے ۔ عزت موٹر اور بنگلے اور نوکروں سے عبارت نہیں ایک وزیر ہزاروں روپے کی تنخواہیں دیکر نوکر اور خادم رکھے گا ، پھر بھی ان کی وفاداری اور ہمدردی صرف ظاہری ہوگی ۔لیکن ایک عالم کے ہزاروں وفادار ہیں ، لوگوں کے دلوں کے اندر اس کی قدر و وقعت موجود ہے ۔ گو پہلے سے کم ہے مگر پھر بھی جو کچھ ہے علم کی وجہ سے ہے حکومت کو بھی اس کا احساس ہے کہ عالم کی آواز میں جو اثر ہے اس کا دبانا آسان کام نہیں اس طبقہ کی ایک آواز سے حکومت بے چین اور پریشان ہو جاتی ہے ۔

مثال کے طور پر یہاں دارالعلوم حقانیہ میں دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے انتظام کرادیا کہ آپ لوگوں کے کھانے پینے اور پڑھنے کا انتظام خود کرا دیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ کا خیال ڈال دیا کہ یہاں بیٹھے تنخواہ ملتی ہے۔ روٹی ملتی ہے، گوشت سالن ملتا ہے، یہ ہماری نہیں علم کی قدر ہے، ورنہ بے کار بیٹھنے پر اپنے بھائی اپنے لڑکے کو کوئی دو چار دن روٹی نہیں دیتا عوام دن بھر مزدوری کرکے بمشکل پیٹ بھر سکتے ہیں۔ طلب علم کے لئے فراغت بالی، اور اطمینان بہت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ہماری طاقتوں کی کمزوری اور ہمتوں کی پستی کی وجہ سے اسباب میں سہولت اور فراوانی پیدا کردی ہے۔

یہ محض اللہ کا فضل ہے اور انّا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون۔ ارشادِ خداوندی کا مظاہرہ ہے کہ میں بلا اسباب دین کی حفاظت کرتا ہوں اور پھر اس ادارہ کے منتظمین بھی، مجھ جیسے بے سروسامان، کہ نہ عزت ہے نہ دولت ہے نہ طاقت ہے، اب جب عوام اس علم کی نمائندگی کے دعویداروں کو اس کے خلاف کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے اعتماد کو کتنا صدمہ ہوگا۔

علم سراسر ادب آج حالت یہ ہے کہ جو طالب العلم مساجد میں رہتے ہیں وہاں ایسا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ کہ اگلے سال پھر وہاں طلبہ کا قیام مشکل ہوجاتا ہے، کیونکہ نہ نماز کے وقت جماعت کا خیال رہتا ہے، عوام آکر جماعت پڑھتے ہیں اور طلبہ حجروں میں گپیں لگاتے ہیں ـــ حضرت عمرؓ نے مسجد میں دو افراد کو دیکھا کہ ستون کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ انکی باتیں بھی علم ہی کی ہوں گی مگر انہوں نے ڈانٹا اور فرمایا کہ مسجد نمازیوں کیلئے ہے، اٹھ جاؤ۔ مسجد کے صحن میں چارپائی اور بستر ے ڈالے ہوئے ہیں۔ اذان کا وقت ہے مگر اذان دینے میں عار محسوس ہوتی ہے، حالانکہ یہ حضرت بلالؓ کا منصب ہے، موذنین کے لئے حضورؐ نے کتنی دعائیں دی ہیں اور کتنی منقبت بیان کی ہے۔ مساجد کا احترام نہیں اس کے آداب کی رعایت نہیں تو کیا عوام کا اعتماد نہ اٹھے گا۔ علم سراسر ادب ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے مسجد کا ادب ضروری ہے۔ اس کے ساتھ دوسری چیز احترام شیخ اور استاد کا ادب ہے۔ اور پھر کتاب کا ادب۔ ان تین چیزوں کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ مساجد کا ادب، استاد کا ادب، کتاب کا ادب۔ سلف میں ایسے بزرگ بھی گذرے کہ انہوں نے بلا وضو کسی کاغذ کو چھوا تک نہیں۔

برکاتِ ادب ایک گنوار کرد قبیلے کے دیہاتی نے صرف ایک کاغذ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا۔ گندگی سے اٹھایا اس کو صاف و پاک کرکے باادب و احترام رکھا اللہ تعالیٰ نے اسے اچانک عالم بنا دیا۔ صبح اٹھے تو عالم تھے۔ لوگوں کو کہنے لگے: امسیتُ کردیاً واصبحتُ عربیاً۔ شام کو میں ایک کردی تھا اور صبح ایک عربی دان عالم بنا۔ اسی طرح ایک جاہل راستہ میں جا رہا تھا، کتاب ساتھ تھی اچانک بارش شروع ہوئی تو کتاب کو دامن کے نیچے کر لیا، اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی تو وہ عالم بنے اور جب کتاب دیکھتے تو باوضو ہو کر ـــ تو علم و حفظ کیلئے تعلق مع اللہ کے ساتھ ساتھ اساتذہ اور شیخ کی خوشنودی حاصل کرنا بھی ضروری ہے کہ انکی دعائیں موجب ترقی و زیادتی ہوں۔

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ
آفیسر خطیبوں کی کچھ آسامیاں خالی ہیں ' جنہیں پر کرنے کے لئے
مطلوبہ قابلیت کے مالک حضرات کی ضرورت ہے ۔ شرائط ملازمت حسب ذیل ہیں ۔

تعلیمی قابلیت :-

(الف) حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فارغ یا فاضل کی سند ۔
(ب) پاکستان کے کسی بورڈ سے میٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفیکیٹ (حالیہ امتحانات میں شریک امیدوار بھی درخواست دے سکتے ہیں ۔)

عمر :- یکم فروری ۱۹۷۹ء کو ۱۸ سے ۳۵ سال

عہدہ یا تنخواہ :-

ملازمت کے لئے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائے گا ۔ فوجی وردی کے بجائے وہ منظور شدہ شہری لباس زیب تن کریں گے ' جو فوج کی طرف سے مفت مہیا کیا جائے گا ۔ دوسرے جونیئر کمیشنڈ افسران کی طرح انہیں اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی ۔ ان کے عہدوں کے نام اور تنخواہ کا موجودہ اسکیل حسب ذیل ہے ۔

۱ -	نائب خطیب	(نائب صوبیدار)	۵۰۰ - ۲۰ - ۷۰۰ روپے
ب -	خطیب	(صوبیدار)	۵۷۵ - ۲۵ - ۷۷۵ روپے
ج -	خطیب اعلیٰ	(صوبیدار میجر)	۷۲۵ - ۳۵ - ۹۰۰ روپے

الاؤنس و دیگر مراعات :-

وہ تمام الاؤنس و مراعات جو فوج کے متقابل جے سی اوصاحبان کو حاصل ہیں انہیں بھی حاصل ہوں گی ۔ مثلاً ذات کے لئے مفت راشن ' مفت رہائش (جہاں موجود ہو) ورنہ کوارٹر الاؤنس ' اپنے اور بیوی بچوں کے لئے مفت طبی سہولت ' سفری مراعات ' پنشن ' گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ ۔

ملازمت کی جگہ :- پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی بھی جگہ ۔

تربیت :- منتخب شدہ امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دی جائے گی ' جو دو حصوں پر مشتمل ہوگی ۔
(۱) مطالعاتی حصہ ۔ (ب) عملی حصہ ۔

طریق انتخاب :-

(الف) ۔ امیدواروں کی سہولت کے مطابق مختلف مقامات پر ابتدائی امتحان اور انٹرویو جس کی اطلاع امیدواروں کو علیحدہ علیحدہ دی جائے گی ۔
(ب) ۔ کسی فوجی ہسپتال میں طبی معائنہ ۔
(ج) ۔ آخری انتخاب جنرل ہیڈکوارٹرز ' راولپنڈی ' میں ہوگا ' جس کے نتیجے کی اطلاع امیدواروں کو دے دی جائے گی ۔

درخواستوں کی آخری تاریخ :-

درخواستیں مجوزہ فارم پر شعبہ دینی تعلیمات ' آرمی ایجوکیشن ڈائرکٹریٹ ' آئی جی اینڈ ای برانچ ' جنرل ہیڈکوارٹرز ' راولپنڈی ' میں **۱۸ جنوری ۱۹۷۹ء** تک پہنچ جانی چاہئیں ۔ درخواستوں کے فارم مذکورہ بالا شعبہ دینی تعلیمات سے مبلغ ۲/- روپے کے ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیج کر حاصل کئے جا سکتے ہیں ۔

خدمت و ایثار
قوت و کردار

PID (R) PID/ARMY-24

امام العصر استاذ المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کے علوم و معارف کا گرانقدر ذخیرہ

فیض الباری شرح صحیح البخاری

تالیف

حضرت الاستاذ المحترم مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور فخر و مسرت کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ صحیح بخاری کی بلند پایہ شرح فیض الباری جو تقریباً چالیس سال قبل مصر میں طبع ہوئی تھی اور عرصہ دراز سے نایاب تھی طلباء اور علماء اس بلند پایہ شرح کے حد درجہ مشتاق تھے۔ الحمد للہ کہ اب المطبع الاسلامی السعودی لاہور سے طبع ہو کر شائع ہو گئی ہے حضرت مؤلف کے صاحبزادے مولانا سید محمد آفتاب احمد مدنی نے اس نادر اور قیمتی ذخیرہ کو طبع کرا کر علماء اور طلباء کے لئے ان علوم سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کر دیا۔

جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

فیض الباری جلد اول طباعت کی تمام ترخوبیوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ کاغذ آفسٹ مشین گرام پر عربی مصری ٹائپ میں طبع ہو کر مضبوط خوبصورت سنہری ڈائی دار جلد کے ساتھ تیار ہو چکی ہے۔ ان تمام خوبیوں کے علاوہ ایک عظیم اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ حضرت مؤلف کے قلمی حواشی جو ان کے ذاتی نسخہ پر تحریر تھے ان کے واضح فوٹوں کیساتھ یہ نسخہ طبع کرایا گیا۔ جسکو امریکہ کے ایک ماہر فن نے دیکھ کر کہا یہ فن طباعت کا ایک شاہکار ہے۔ مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور پاک و ہند کے علماء اور طلباء کے لئے اس مبارک کتاب کو فراہم کرنے کا اعلان کرتا ہے۔ قیمت فی جلد ۶۰/- روپے۔ تاجران کتب اور طلباء کیلئے خصوصی کمیشن و رعایت باقی تین جلدیں بہت جلد طبع ہو رہی ہیں۔

المعلن :- حافظ محمد سعد صدیقی مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور پاکستان۔

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ
کے
علمی و ادبی تبرکات

مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی

من رشحات اقلام قدوة الادباء الشیخ عبد العزیزؒ

...ولمّا اتمّ تحریر الجواب و
حان تختم الکتاب دارَ
فی خلدی ان اخبرکم
ببعضِ النعم اللّتی انعم
اللهُ علیّ وثبّت اساسها
واُختار براسها لدیّ ۔
فمنها انّ سیّدی والدی
رضی الله عنه لمّا توفّیَ
واُلحقَ با الملاء الاعلیٰ
ترکنی صغیرا السِّنّ الآنیّ
لم اُغادر معَ صِغرِ سنّی

اب جبکہ جواب لکھا جا چکا اور مضمون
خط ختم ہو رہا ہے ۔ میرے دل میں یہ
بات آئی کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی
بہت سی نعمتوں میں سے ان چند نعمتوں
سے مطلع کروں جو اس نے میرے
اوپر خاص طور پر کی ہیں ۔ منجملہ ان
نعمتوں کے ایک یہ ہے کہ حضرت والد
ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے جب وفات پائی
اور ملاء اعلیٰ سے ملحق ہوئے انھوں نے
مجھے صغیر السن چھوڑا تھا ، مگر میں نے
باوجود اپنی کم عمری کے ان کے علوم

علماً من علومهٖ وشاناً من
شيونهٖ إلّا وقد اخذتُ منه
بجُملةٍ كافيةٍ وتشبثتُ من
اذ يالهٖ بقطعةٍ وافيةٍ وذٰلك
من فضلِ اللهِ علينا وعلى
النّاسِ وكان من اسباب ذٰلك ولى
مازلتُ مُنذ ابيت عن التمائم
ونيطت بي العمائمُ مُشغوفاً
بمصاحبتهٖ مولعاً بقربهٖ
ومجالستهٖ .... وبها يظهر
محاسن المناسباتِ الروحيةِ
والاستعداديةِ وتبرزُ
حسناتها۔ وترك إخوتي
كلّهم لم يمصّوا ثدي علومهٖ
الخاصة ولا اخذوا منه
مما بعدّهم لاخذ علومهٖ
حتّى انّ اخي رفيع الدين
سلمه الله كان مشغولاً بالفوائد
الضيائية وتعليقات الكافية
اذ هجمت هذه الواقعة
التي اطارت الالباب واستطالت
على القلوب والاكباد
فوفّقني الله تعالى بطبطهم

میں سے کوئی علم نہ چھوڑا جس کو حاصل
نہ کیا ہو۔ اتنی عمر میں میں نے ان سے
کافی استفادہ کیا۔ یہ محض اللہ کا فضل
تھا میرے اوپر اور تمام انسانوں پر۔
کم عمری میں استفادہ کرنے کے اسباب
میں سے ایک سبب ظاہر یہ بھی تھا کہ
میں نے جب سے ہوش سنبھالا برابر
حضرت والد ماجدؒ کی صحبت اقدس
میں رہنے اور ان کی مجلس اقدس میں
بیٹھنے کا بیحد شوق رکھتا تھا...صحبت
ومجالست سے مناسبات روحانی کے
محاسن اور استعداد علمی کے کمالات
جلوہ گر ہوا کرتے ہیں۔ والد ماجدؒ نے
میرے بھائیوں کو اس حال میں اور
اس عمر میں چھوڑا تھا کہ انھوں نے
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علوم خاصہ کو
بالکل بھی نہیں چھوا تھا۔ اور نہ ضروری
علوم میں سے اتنا پڑھا تھا کہ ان کے
علوم خاصہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ بن
جاتے۔ حتیٰ کہ رفیع الدین سلمہٗ فوائد ضیائیہ
(شرح جامی) اور تعلیقات کافیہ پڑھ
رہے تھے کہ والد ماجدؒ کی وفات کا
جانکاہ اور ہوش ربا واقعہ پیش آگیا۔

ودعيتهم إلى هذا الشان و
حثثهم على تحصيل العلم و
اخذه بكل لسان - فاثر
ذلك فيهم واشتغلوا بقراءة الكتب
وسماعها على هذا الفقير فجاء وا
الحمد لله كما تشتهيه القلوب
وتلذ الاعين اما رفيع الدين
فقد حفظ القرآن كله وفرغ
بحمد الله من تحصيل العلوم
كلها لاسيما الادبية والفلسفة
والاصليين من العلوم الدينية
بل اخذ من العلوم الغريبة
كالهيئة والنجوم والحساب
والهندسة وما يجري مجراها
من الرمل والجفر والتاريخ
وعلم الفرائض والشعر ورسائل
التصوف بحظ وافر وبقي له
العبور على الصحاح الستة و
غيرها من كتب الحديث
وعسى ان يوفقه الله تعالى
لذلك ايضاً وهو بحمد الله
مشغول بتفسير البيضاوي و
مشغوف بالتدريس......

اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میں نے
سب بھائیوں کو تحصیل علم اور ہر
رائج الوقت زبان سیکھنے کی ترغیب
دی. چنانچہ ان پر میری ترغیب کا
اثر ہوا اور وہ اس فقیر کے پاس کتابوں
کے پڑھنے اور سننے میں مشغول رہے
تا آنکہ الحمد للہ حسب دلخواہ ایسی استعداد
پیدا کی جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی
ہیں - بہر حال رفیع الدین نے قرآن
مجید حفظ کر لیا ہے اور وہ بحمد اللہ تمام
علوم کی تحصیل سے فارغ ہو چکے ہیں
خاص طور پر علوم ادبیہ اور فلسفہ اور
علوم دینیہ کی دونوں اصلوں (قرآن و
حدیث) میں ان کو تخصص حاصل ہے.
بلکہ انھوں نے علوم غریبہ بھی حاصل
کیے ہیں جیسے ہیئت، نجوم، حساب،
ہندسہ، رمل، جفر، تاریخ، علم الفرائض
علم شعر، نیز رسائل تصوف بھی پڑھے
ہیں اور ان کو ان علوم میں پورا پورا
حصہ ملا ہے. ابھی ان کا صحاح ستہ
وغیرہ پر عبور یعنی دورہ حدیث باقی ہے.
امید ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب توفیق
عطا فرمائے گا۔

وله تعلیقاتٌ وتدقیقاتٌ
تقرّ بها العین وتسرّ بها الصدّ
فالحمد للہ علیٰ ذلك ۔
واما عبد القادر فھو ایضاً
فرغ بحمد اللہ من حفظ القرآن
کلّہ واسمع فی التراویح مرّاتٍ
وھو الآن مشغولٌ بالقطبی
وحواشی السید علیہ ۔
واما عبد الغنی فقد حفظ
نصف القرآن وھو مشغولٌ
بہ ۔۔۔۔۔۔۔۔

بحمد اللہ فی الحال وہ تفسیر بیضاوی
پڑھ رہے ہیں اور درس و تدریس سے
بھی شغف رکھتے ہیں ۔۔۔۔ ان کے
قلم سے تعلیقات اور تدقیقات بھی ہیں
جن کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب
ہوتی ہے اور دل کو سرور حاصل ہوتا
ہے ۔
عبد القادر بھی بحمد اللہ حفظ قرآن
سے فارغ ہو چکے ہیں اور کئی مرتبہ
تراویح سنا چکے ہیں ۔ اس وقت وہ
قطبی اور اس کے حواشی سید پڑھتے
ہیں ۔۔ عبد الغنی نصف قرآن مجید
حفظ کر چکے ہیں ۔ ابھی اسی میں مشغول
ہیں ۔۔۔۔۔

من عبارات الشیخ الاجل فی تعریف الدھلی

الدھلی وما الدھلی ۔۔۔ ھی
خیر البلاد ومنفعۃ العباد
یومّھا اھل الالباب من کلّ
مکانٍ سحیق ۔۔۔ لیشھدوا
منافع لھم ویاخذوا الادب
فیھا ویخوضوا فی کلّ من العلم
غور عمیق ۔۔ اھلھا خیر

دہلی کیا ہے ؟ دہلی ایک بہترین شہر
ہے لوگوں کی منفعت کا مرکز ہے ،
عقلمند لوگ دور دور سے یہاں آتے
ہیں تاکہ اپنے منافع کو پہونچیں اور
یہاں علم و ادب سیکھیں اور یہاں
رہ کر ہر علم کے اندر غور و خوض کریں
یہاں کے باشندے بہترین آدمی ہیں

عربی	اردو
اهلٍ ولسانها اسهل من كلِّ	ان کی زبان بڑی سہل اور آسان ہے
سهلٍ ترى العربيَّ فيها لايتضجر	عرب کے باشندے کو دیکھو گے کہ اپنی
من لسانه والاصفهانيَّ يظنّها	زبان کی وجہ سے یہاں پریشان نہیں
خيراً من اصفهانه والتورانيَّ	ہوتا۔ اصفہانی اس شہر کو اپنے اصفہان
قد القىٰ فيها بجرانه والافاغنة	سے بھی اچھا سمجھتا ہے اور تورانی
من اقلّ عبيدها والكشامرة	نے تو اس کو اپنا وطن بنا لیا ہے۔
من طارفها وتليدها تجدُ	افاغنہ دہلی کے (آراستہ کرنے کے
فيها اشياء لم تعرف لها	لحاظ سے) خدام ہیں۔ اور کشمیری (اپنے
اسماً وتنظر بها رجالا لم	تعلق کی بنا پر) یہاں کا مال جدید و
تدرك منهم رسماً لعمرك انّها	قدیم ہیں۔ تم یہاں پر کچھ ایسی چیزیں
زبدة جميع الاقاليم ومسكن	دیکھو گے جن کے تم کو نام بھی معلوم
ارباب الدول والنعيم المالُ	نہیں اور ایسے اشخاص بھی یہاں
فيها يميل عنه العيونُ بل	پاؤ گے جن کے رسم و رواج تک سے
لايدركهُ الظنونُ - والذهبُ	تم واقف نہیں۔ بقسم کہتا ہوں کہ
قد ذهب عن القياس والفضّةُ	یہ شہر تمام اقالیم میں (بعض لحاظ سے)
قد فضضت عقول الناسِ	ایک عمدہ اور منتخب شہر ہے۔ یہ
والحريرُ تجاوز من الاحرار	ارباب دول و نعیم کا مسکن ہے۔ یہاں
الى العبيد فالناظرُ يشبه	مال اس کثرت سے ہے کہ نظریں اس
كلَّ يومٍ فيها بالعيد فيٓ	سے اعراض کرتی ہیں اور اس کی
والقرآن المجيد لو اصغيتَ	مقدار سمجھ میں نہیں آسکتی۔ یہاں
الى محامدها لتعجّبتَ وقلت	سونا قیاس سے باہر ہے اور چاندی
ذالك امرٌ عجيب متىٰ ما	کی فراوانی نے لوگوں کی عقلوں کو
خرجت الى سوقها وتسلّلت	حیران کر رکھا ہے۔ یہاں ریشم احرار

الیٰ مجامعہا لما ارتبت انک لفی خلق جدید۔ فینادی لک ہاتفٌ من فلک لکشفنا علیک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔

ہے متجاوز ہو کر غلاموں تک پہونچ گیا ہے۔ ناظر کو روزانہ یہاں عید کا شبہ ہوتا ہے۔

قسم ہو قرآن مجید کی اگر تم اس شہر کی تعریفوں کی طرف کان لگاؤ گے تو تعجب کروگے اور کہو گے کہ یہ امر بعید ہے، اور جب تم اس کے بازاروں اور مجموں کی طرف جاؤ گے تو تم کو بالکل شک نہ ہوگا کہ تم خلق جدید کے اندر ہو اس وقت فلک سے ہاتف غیبی تم کو ندا دے گا — اور یہ آیت پڑھے گا۔
"ہم نے آج کے دن تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا۔ اب تیری نگاہ تیز ہے"۔

ایک اہم مکتوب اور اس کا جواب

خواجہ حسن مودودی لکھنویؒ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کو ایک مکتوب فارسی زبان میں تحریر فرمایا جس کا ترجمہ بطور خلاصہ یہ ہے۔

حقائق آگاہ معارف پناہ جامع علوم یقینی وحاوی فنون رسمی مولانا مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب — فقیر عاصی پر معاصی حسن مودودی عفا اللہ عنہ کی طرف سے بعد سلام ملاحظہ فرمائیں —

کل، حافظ الملک نواب محمد خان بہادر ابن حافظ الملک حافظ رحمت خان بہادر شہید مغفور میرے پاس تشریف لائے تھے۔ اثنائے گفتگو میں انھوں نے فرمایا کہ آپ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کو لکھیں کہ انھوں نے اپنی کتاب مستطاب، تحفۂ اثنا عشریہ میں حضرات شیعہ کے اس اعتراض کا کوئی جواب

نہیں دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر غزوات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علاوہ تمام خلفاء راشدین کو دوسرے امراء کا تابع کر کے روانہ فرمایا ہے حضرت علیؓ کو کسی کا تابع کر کے کسی لشکر میں نہیں بھیجا اس سے تینوں خلفائے راشدین کے مقابلے میں حضرت علیؓ کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔

اگر شاہ صاحب ایسا جواب تحریر فرمادیں جو تسکین بخش اور دافع خطرات و شبہات ہو تو بڑی مہربانی ہوگی"۔ اسی وجہ سے میں خدمت عالی میں لکھ رہا ہوں۔ اگر آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں گے تو باعث اجر ہوگا۔ اگرچہ میرے پاس بھی اس سوال کا جواب دلائل قویہ کے ساتھ موجود ہے، لیکن چونکہ نواب صاحب آپ ہی سے دریافت کرنا چاہتے ہیں میرے جواب سے ان کو تسکین نہ ہوگی اسی بنا پر میں نے ان کو خود اس کا جواب نہیں دیا۔

مولانا رفیع الدین صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب سے سلام مسنون فرمادیں۔ حاجی شرف الدین خاں آپ تینوں حضرات کو سلام مسنون پہونچاتے ہیں۔

جواب از جانب حضرت شاہ عبدالعزیزؒ

...... خدمت سلالۃ الاسلاف الکرام
ونتیجۃ الآباء العظام، سباق مضمار البلاغۃ
واللسن المسمیٰ بالاسم الحسن المتخلق
بالخلق الحسن مودودیۃ الطریقۃ والنسب،
بصری الاسم والادب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
ازیں فقیر بے ہیچ وناچیز مسمّیٰ
بعبدالعزیز عفا اللہ عنہ تحیۃ الاسلام
مقرون باشتیاق مالاکلام قبول فرمایند
بعدہ آنکہ صحیفۂ شریفہ وثیقۂ انیقہ

...... موصوف باوصاف حمیدہ مسمّیٰ
باسم حسن متخلق بخلق حسن۔ طریقت
اور نسب میں مودودی، حسن بصریؒ کے
ہم نام یعنی خواجہ حسن لکھنوی، فقیر بے
ہیچ وناچیز عبدالعزیز عفا اللہ عنہ
کی طرف سے ایسا سلام مسنون قبول
فرمائیں جو اشتیاق بے حد سے مقرون ہے،
اس کے بعد واضح ہو کہ آپ کا
مکتوب گرامی موصول ہو کر مسرت کا

در وقتے وصول عزت شمول آورد و
بہجت آمود فرمود اگرچہ بسبب امراض
گوناگوں و عوارض بوقلموں حواس خمسہ
ظاہری در انتشار و مدرکات باطنی در
مجاہدۂ اسقام و آلام گرفتار۔۔ معہذا
امتثالاً للامر الشریف ۔ بتحریر جواب
سوال نواب حافظ الملک می پردازد
در تحفۂ اثنا عشریہ ، گفتگوئے شیعہ
و سنّی است مبحث تفضیل درآں
اندراج ندارد و ایں سوال متوجہ
بر مسئلۂ تفضیل است لاجرم در تحفۂ ،
مذکور نشدہ ۔

ازیں سوال دو جواب گفتہ اند
اول جواب اہل سیَر و روایت است
و دوم جواب اہل بصر و درایت ۔
حاصل جواب اوّل آنکہ از تتبع سیر
آنسرور معلوم است کہ آنسرور ہیچ
کس را از بنی ہاشم بلکہ بنی اُمیہ نیز در
اکثر اوقات ، تابع دیگرے نفرمودہ
اند دریں امر ، حضرت حمزہؓ و ابو عبیدۃ
بن الحارث بن عبد المطلبؓ و حضرت
عباسؓ و حضرت جعفرؓ و حضرت
عقیلؓ و فضل بن عباسؓ و ابو سفیان

باعث ہوا ۔ اگرچہ امراض گوناگوں
اور عوارض بوقلموں کی وجہ سے حواس
خمسہ ظاہری انتشار پذیر ہیں اور مدرکات
باطنی اسقام و آلام کی مشقت میں
گرفتار ہیں ۔ پھر بھی نواب حافظ الملک
(محبت خاں) کے سوال کا جواب
دیتا ہوں ۔

(دراصل) تحفۂ اثنا عشریہ میں
بحث شیعہ و سُنّی ہے ۔ تفضیل کا مبحث
اس کے اندر نہیں ہے اور یہ سوال
مسئلہ تفضیل سے تعلق رکھتا ہے اسی
وجہ سے تحفہ میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا ۔

اس سوال کے دو جواب دیے گئے
ہیں ۔ پہلا جواب اہل سیَر و روایت کا
ہے اور دوسرا اہل بصر و درایت کا ۔
پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کتب
سیرت آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے
مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بنی ہاشم بلکہ بنی اُمیہ میں سے بھی
کسی شخص کو اکثر اوقات میں کسی
دوسرے خاندان کا تابع نہیں بنایا
اس معاملے میں حضرت حمزہؓ حضرت

بن الحارث رضؓ و حضرت عثمان بن عفان رضؓ
اموی و خالد بن سعید بن العاص اموی رضؓ
شریک اند ۔ اگر باین امتیاز رجحانے
ہست نیز ہمہ راست ۔ وجہش آنست
کہ این ہر دو قبیلہ از قدیم ، ریاست
قریش داشتند و بسبب قربت قرابت
اینہا با جناب رسول ؐ شرف دیگر اینہا
را افزود و لنعم ما قیل ۔

کنند خویش بناز تو ناز می زیبد
بحسن یک کس اگر یک قبیلہ ناز کند

پس اگر اینہا را تابع دیگرے می
فرمودند خیلے شاق و گراں بر طبائع
وامزجۂ اینہا می آمد و نزدیک تکلیف
ما لا یطاق می رسید و شارع حکیم است
بتیسیر و رہبر تکلیف مراعات می فرماید ۔
واین وجہ را کسانے کہ در خاندان
ریاست پیدا شدہ اند واخوان دنیٔ اعمام
خود را بتجربہ وامتحان منودہ کرای العین
می فہمند ۔ ع

حاجت تنبیہ نیست عارف آگاہ را

و حاصل جواب ثانی ، مسبوق بتمہید مقدمہ
است و آن مقدمہ این است کہ سنت
اللہ جاری است کہ بوعظ با قصی درجات

ابو عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب رضؓ
حضرت عباس رضؓ ، حضرت جعفر رضؓ ، حضرت
عقیل رضؓ ، حضرت فضل بن عباس رضؓ ،
حضرت ابو سفیان بن الحارث رضؓ ، حضرت
عثمان بن عفان اموی رضؓ اور حضرت
خالد بن سعید بن العاص اموی رضؓ بھی
شریک ہیں ۔ اگر اس امتیاز کی بنا
پر کسی کو ترجیح ہے تو ان سب کے
لیے ہے ۔ ان دونوں قبیلوں کو کسی
کا تابع نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں
قبیلے قدیم سے قریش کی سرداری کے
وارث و حامل تھے ، پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی قرابت قریبہ کی وجہ سے
ایک اور شرف بھی ان دونوں قبیلوں
کو حاصل ہو گیا ۔ کسی شاعر نے کیا خوب
کہا ہے ۔ کنند خویش بناز تو ناز الخ
(یعنی اے محبوب تیرے خویش واقارب
تیرے ناز کی بنا پر ناز کرتے ہیں ۔ اگر کسی
ایک فرد کے کمال کی وجہ سے پورا قبیلہ
ناز کرے تو یہ بات ایک حد تک زیبا ہے)
اگر ان کو کسی دوسرے قبیلے کے کسی فرد
کے تابع بنا لیا جاتا تو اس کا امکان تھا
کہ مزاجاً اور طبعاً ان کو بہت شاق و

کمال بے طے مراتب تحتانی آں نمی شود
اگر ابتداءً ہر شخصے را مرتبۂ علیا از
کمال القا کنند بے آنکہ طے مراتب
سافلہ کردہ باشد حوصلہ اش تنگی می کند
و عہدۂ ایں مرتبہ کما ینبغی بر نمی تواند آمد
غیر از انبیا ہمہ کس دریں امر یکساں اند
اولیا را تا وقتے کہ مشق از ادب و اتباع
پیران خود نکردہ بمرتبۂ ارشاد
نرسیدہ و علما را تا وقتے کہ سالہا
لت خور استاداں نگشتہ و گرد مدرسہ
نخوردہ اند بمرتبۂ تدریس و تعلیم نرسیدہ
اند و ہمچنیں در فرزند امراء و دیگر
اہل حرف و صنائع مجرب و ممتحن
است و قاعدۂ حکمیہ نیز ہمیں را
اقتضا می کند بر دو وجہ اول آنکہ
بلوغ نفوس با قصی کمال خود تدریجی
است۔

دوم آنکہ ریاست متقاضیٔ
مرؤسیئہ است تا وقتیکہ شخصے مدتے
دراز مرؤس و تابع نشدہ باشد در وقت
ریاست بحق الیقین نمی تواند کہ حسن
معاملہ را با مرؤسین بفہمد و بداند کہ
مرؤس و رعیت را بکدام کدام سلوک

گزرے اور بات تکلیف مالایطاق
کی حد تک پہونچ جائے۔ شارع کے
سارے اصول و قوانین مبنی بر حکمت ہیں۔
اور ہر تکلیف میں تیسیر کی رعایت ملحوظ رکھی
گئی ہے۔ یہاں بھی یہی لحاظ رکھا گیا۔ اس
بات کو وہ لوگ جو خاندان ریاست میں
پیدا ہوئے ہیں اور اپنے سگے بھائیوں اور
چچازاد بھائیوں کا تجربہ و امتحان کیے
ہوئے ہیں بدیہی طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ "جان آگاہ
کو تنبیہ کی ضرورت نہیں ہوتی"

دوسرے جواب کا حاصل ایک مقدمہ
کی تمہید پر موقوف ہے وہ مقدمہ یہ ہے
کہ سنت اللہ اس طرح جاری ہے کہ
منتہائے کمال پر پہونچنا تحتانی مراتب کو
طے کیے بغیر کما حقہٗ میسر نہیں ہوتا۔
اگر ہر شخص کو ابتداء ہی میں کمال کا مرتبہ
عالی دے دیا جائے بغیر اس کے کہ وہ نیچے
کے درجات و مراتب طے کرے تو ایسی
صورت میں اس کا حوصلہ تنگ ہو جائے
گا اور اس مرتبے کی ذمہ داری سے
کما حقہٗ عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ حضرات
انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام انسان
اس امر میں مساوی ہیں، اولیاء کو دیکھئے

التمالت و جلبِ قلوب، تواں کرد و از کدام
کدام سلوک متنفّر می شوند و رَم می کنند پس
ریاست و علیٰ حِدہا تمکن نمی پذیرد و چوں
ایں مقدمہ ممہد شدی گوئیم کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم را چناں چہ از احادیث
بسیار مستفاد می شود خلافتِ ایں چہارِ
بزرگ علی ترتیبہا از غیب معلوم شدہ بود
و چوں خلیفۂ رابع را آبا بیست و چہار
سال عزِّ سیادت و تبعیت و فرمان سہ
کس مختلف الامزجہ بر داشتن مقدر
بود، حاجتِ مشق کنا نیدن ایں کار بحضور
خود نبود و خلیفۂ ثالث را کہ تا دوازدہ
سال مشقِ ایں کار مقدر بود در زیرِ فرمان
دو کس ماندن، ایشاں ہم محتاجِ مشقِ
ایں کار نشدند بخلاف شیخین کہ اینہارا
بلا فصل بعد از وفاتِ آنجناب صلی اللہ
علیہ وسلم ریاست مقدر بود اینہارا
مشقِ ایں کار بحضورِ خود کنانیدن ضرور
اُفتاد زیرا کہ خلیفۂ اوّل بمجرد وفات
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر منصبِ
ریاست نشستند و خلیفۂ دوم بفاصلۂ
دو سال و سہ ماہ در حضورِ خلیفۂ اوّل
من حیث المشورہ والوزارۃ شریک

جب تک انھوں نے ادب کی مشق اور اپنے
مرشدوں کی اتباع نہیں کی مرتبۂ ارشاد
کو نہیں پہونچے۔ اسی طرح علما نے تا وقتیکہ
سالہا سال اپنے اُستادوں کی مار یں
نہیں کھائیں اور مدتوں مدرسے کی خاک
نہیں پھانکی، تدریس و تعلیم کی مسند پر فائز
ہوئے، یہی بات فرقۂ امرا، اور دیگر اہلِ
حرفہ و اہلِ صنعت میں آزمائی جا چکی ہے۔
اور حکمت کا قاعدہ بھی اسی کا اقتضا کرتا
ہے دو سبب سے (۱) حد کمال تک نفوس
کا پہونچنا تدریجی ہے (۲) ریاست و سرداری
تابعداری سے وابستہ ہے۔ جب تک کہ
کوئی شخص طویل عرصے کسی کا تابع نہ رہا ہوگا
ریاست و سرداری کے منصب پر پہونچنے
کے بعد رعیت کے حقوق اچھی طرح ادا نہ کر
سکے گا اور نہ یہ سمجھ سکے گا کہ رعیت کے
دلوں کو کس کس طرزِ عمل اور تدبیر سے اپنی
طرف کھینچا جا سکتا ہے۔ اور کن کن باتوں
سے رعیت اپنے سردار سے متنفر ہو جایا
کرتی ہے۔ جب وہ اس گُر کو نہ سمجھ سکے
گا تو اس کی ریاست بھی قوت نہیں پا
سکتی۔ جب یہ مقدمہ بطور تمہید لکھا جا
چکا تو اب میں کہتا ہوں کہ آں حضرت

خلافت بوده اند. بلکه از تتبع تواریخ معلوم
می شود کہ خلیفۂ اوّل را نیز بحضور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کمتر اتفاقِ تبعیت واقع
شده و خلیفۂ دوم را بیشتر تعینات واز
تابعین دیگراں فرموده اند بنا بر آنکہ
مزاجِ خلیفۂ اول سہل الانقیاد بود و
ایشاں را مشقِ تبعیت چنداں ضرور
نبود بخلاف خلیفۂ دوم کہ در مزاج ایشاں
از قدیم، اشتداد و حکم رانی مجبول بود
و الطبیب یعالج الشئی بالضد. بنا
بریں امورات، ایشاں را بحق الیقین
کیفت تبعیت و زیر فرمان کسے بودن
چشانیدن ضرور افتاد. خاتمی شرف اللہ
خالصاحب از اصحاب ثلثہ کہ رابع
غیر منفک نیز ہمراه دارند بحکم ما یکون
من نجوی ثلثۃ الآیۃ منتخب اند ـــــ

صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ احادیث سے
معلوم ہوتا ہے، چاروں خلفاء کی خلافت
ترتیب کے ساتھ غیب سے معلوم ہو گئی
تھی. خلیفۂ رابع (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)
کے لیے چونکہ چوبیس سال تک تین مختلف
المزاج خلفاء کے تابع رہنا مقدر تھا
اس لیے اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی حیات ظاہری میں کسی کا تابع بننے
کی مشق کرانی ضروری نہیں سمجھی. خلیفۂ ثالث
(حضرت عثمان غنی رض) جن کو بارہ سال تک
شیخین رض کے تابع رہنا مقدر تھا. وہ
بھی چنداں اس مشق کے محتاج آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں ہوئے
بخلاف شیخین رض کے کہ اُن کے لیے چونکہ بلا فصل
بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خلافت و ریاست مقدر تھی. اس لیے اُن
کو اس کام کی مشق اپنے سامنے کرانی ضروری
سمجھی کیونکہ خلیفۂ اول (حضرت ابوبکر صدیق رض) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے فوراً بعد منصب خلافت و ریاست پر فائز ہوئے اور خلیفۂ دوم (حضرت فاروق
اعظم رض) دو سال تین ماہ کے فاصلے سے اس منصب پر قائم ہوئے اور خلیفۂ اول
کی خلافت کے زمانے میں وہ مشیر و وزیر تھے اور شریکِ خلافت کی حیثیت رکھتے
تھے خلیفۂ اول کو بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی کی تبعیت
کا موقع کم ملا. البتہ خلیفۂ دوم منجانب رسول اکرم صلعم اکثر و بیشتر دوسروں کے تابع
کیے گئے ہیں.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۝

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

مولانا عبد العزیز میمن کی یاد

(یہ مضمون بزرگ اور معروف صاحب قلم جناب ڈاکٹر عبداللہ چغتائی صاحب نے خاص برائے الحق قلم بند کیا ہے)

مورخہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کی صبح صبح جو اخبار نوائے وقت لاہور آیا تو اس میں لکھا تھا کہ ممتاز عالم عبدالعزیز میمن کراچی میں ۹۶ سال کی عمر میں انتقال کر گئے ہیں یعنی آپ کا انتقال ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہوا۔ تو دل سے بے اختیار نکلا:

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

اور تمام تاریخ گذشتہ اور واقعات آنکھوں کے سامنے آگئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کل کی بات ہے آپ جب ابتدا ۱۹۲۱ء میں لاہور اورنٹیل کالج میں پشاور کے مشن کالج سے تقرر ہوا تھا اور لاہور میں آپ سیدھے آکر مولانا سید طلحہ کے ہاں ہوسٹل میں بحیثیت مہمان مقیم ہو گئے تھے اور حضوری باغ میں ہوسٹل تھا جس میں مولوی سید طلحہ کا کمرہ مسجد شاہی کی طرف الگ اخیر میں تھا۔ میں ان دنوں مدرسہ نعمانیہ لاہور میں بطور ایک طالب علم کے مولوی غلام مرشد صاحب کے ہاں حدیث کی کتاب مشکوٰۃ کا درس عمدگی سے ادا کرتا تھا اور مولانا سید طلحہ کے ہاں بحیثیت ان کے اعلیٰ اخلاق حسنہ کے علوم دین کے ضمن میں استفادہ کرتا۔ مگر میں لدھیانہ ٹیکنیکل سکول سے چھٹی پر تھا اور یہ زمانہ سیاسی اعتبار سے بھی الگ خاص حیثیت رکھتا تھا۔ اور ہر طرف گورنمنٹ کے خلاف جلسے ہو رہے تھے ہی۔ اور میں اس اثنا میں عربی ادب کی کتاب "الحریری" مولانا سید طلحہ سے پڑھنا چاہتا تھا۔ مگر اس ضمن میں سید طلحہ صاحب نے مولانا میمن کو منایا تھا کہ وہ ہمیں یہ کتاب ادب پڑھا دیں گے چنانچہ انہوں نے ہمارا تعارف بحیثیت طلباء عربی ان سے کرا دیا تھا۔ میں اور دوسرے رفقا مولوی فقیر اللہ کشمیری اور ضیاء اللہ ہندوستانی بھی میرے ہمراہ سبق میں شریک ہوئے۔ اور ہم ان سے کتاب الحریری پڑھتے تھے۔ اگرچہ دوسرے رفقا سبق اس قدر باقاعدہ نہیں تھے۔ اور یہ بھی علم ہوا کہ مولانا میمن کو حقہ کی عادت ہے اور اپنا خاص حقہ بھی رکھتے ہیں۔ جو میں بخوشی باورچی خانہ سے تازہ اور تیار کر کے ان کے سامنے رکھتا تھا مگر اس اثنا سبق کی نشست میں مولانا میمن صاحب ہمیں اپنی مرضی سے ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی کتاب مصطلحات حدیث کے ضمن میں:

نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر

پڑھاتے۔ ان ہر دو کتب پڑھاتے وقت مولانا میمن صاحب عربی ادب کے ضمن میں وہ وہ نقاط بیان کرتے اور اس ضمن وہ وہ اشعار عربی بلند آواز سے تلاوت فرماتے تو ہم حیران ہوتے اور ہمیں ایک گونہ مسرت ہوتی کہ ہمارا انتظام عمدہ ہے اور خاص کر میں عمدگی سے مولانا کے لئے حقہ کو تازہ کرتا اور ان کے سامنے رکھتا اور وہ مزے میں آکر عربی اشعار پڑھتے اور بعض اوقات وہ ان اشعار کے تاریخی پس منظر پر بھی روشنی ڈالتے جس سے ہمارے عام علم میں ایک خاص اضافہ ہوتا۔

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ میں مدرسہ "نعمانیہ" میں بھی جاتا تھا اور وہاں ایک دن میرے ہم سبق مولوی غلام محمد والد مولوی گل محمد (دونوں نیلا گنبد کی مسجد میں امام رہے ہیں اور آج ہر دو فوت ہو چکے ہیں) نے فرمایا کہ میرے ہاں چند کتب ہیں ان کو میں فروخت کرنا چاہتا ہوں جس کا ذکر میں نے ہر دو مولوی عبدالعزیز میمن صاحب اور سید طلحہ سے کیا۔ ہر دو نے خواہش ظاہر کی کہ کتب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے ہاں کے جائے رہائش محلہ کُندی گراں متصل موتی بازار لاہور گیا۔ اور وہاں سے کتب لایا۔ مولوی سید طلحہ صاحب نے خاص کر تفسیر کشاف زمخشری متوفی ۵۳۸ھ بہت پسند فرمائی۔ مگر اس کے اندر ابتدائی ورق پر مولوی عبدالعزیز نے اپنے ہاتھ سے خوبصورت عربی خط میں یہ لکھ دیا کہ یہ کتاب "بابو عبداللہ" (بالغین) کی معرفت حاصل کر لی گئی ہے۔ آج تک اور ہمیشہ مجھے وہ اسی نام "بابو عبداللہ" سے پکارتے رہے اور مولوی سید طلحہ ہمیشہ "بابو" کہتے رہے۔ پھر اسی کتاب سے یا اسی کتاب مطبوعہ مصر کو سامنے رکھ کر مولوی میمن کی عالمانہ گفتگو زمخشری پر ایک بہت بڑا علم ادب کا مقالہ تھا۔ اسی طرح اورنٹیل کالج کے ایک اعلیٰ استاد اور حاکم کا نام کو بگاڑ کر "سفاہت - سفیہہ" کہا کرتے تھے اور اخیر تک اسی طرح کہتے رہے۔ مگر وہ اسی ہوسٹل میں دام ادا کر کے بحیثیت مہمان مولانا سید طلحہ جمے رہے۔ حالانکہ اس ضمن میں بعض شکایات بھی ہوئیں۔ اور اتنے میں ماہ رمضان آگیا۔ اور ہم نماز تراویح کے لئے اسی ہوسٹل سے نکل کر ایک قدیم مسجد ٹیکسالی دروازہ کی مسجد میں جاتے تھے۔ جہاں اس عاجز نے متواتر پانچ سال تک مولوی طلحہ کے پیچھے نماز تراویح ادا کی ہے۔ کبھی کبھی مولوی میمن بھی شرکت کرتے۔ اور مولوی طلحہ حافظ قرآن بھی تھے بہت لطف آتا۔ سب سے بڑا لطف یہ تھا کہ مسجد کے امام مولانا عبدالستار داماد مولانا مولوی عبداللہ ٹونکی تھے جو انجمن اسلامیہ کے ممبر بھی تھے مگر مولوی میمن باقاعدہ نہیں جاتے تھے۔

ایک روز دوران ماہ رمضان مولوی سید طلحہ کو حسب عادت یہ خیال آیا کہ ہمیں ایک روز دعوت افطار میں مولوی عبدالواحد بن عبداللہ غزنوی کو دعوت دینی چاہئے۔ تو یہ انتظام نیچے حضوری باغ کے کونہ میں فرش پر کیا گیا تھا اور بظاہرہ طور پر مولوی میمن نے بھی اس دعوت میں شرکت کی تھی۔ میں نے تقویٰ کے خیال سے دیکھا کہ مولوی غزنوی نے خاص کر قریب افطار دعا کی اور آب دیدہ بھی ہو گئے۔ جس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ چونکہ بادشاہی مسجد وہاں سے چند قدم پر تھی۔ اور یہ تمام ماحول بہت ہی پُر اثر تھا۔ میں نے اس سے بیشتر اسی مسجد کے دریائی حوض پر مولانا معین الدین اجمیری کو "کتاب حمداللہ"۔ مولوی ابراہیم حسنی برادر مولوی سید طلحہ کو بھی دیکھا ہے کہ وہ پڑھا رہے تھے۔ غرض کہ اس دعوت

مولانا غزنوی میں ایک پرخلوص نظارہ تھا۔ اگرچہ مولوی سید طلحہ انتظام دعوت کی وجہ سے ذرا پریشان رہے مگر وہ سماں آج تک نہیں بھولتا۔ یہ امر وضاحت چاہتا ہے کہ ہر دو مولوی عبدالعزیز میمن اور سید طلحہ " لایقلد احداً " وہ کسی کے مقلد نہیں تھے اور ایسا ہی ان کا مہمان تھا۔ اور ایک روز وہ خود سنانے تھے کہ " نزہتہ الخواطر " میں مولوی عبدالحئی لکھنوی نے جو سید طلحہ کی بیوی کے حقیقی بھائی تھے لکھا ہے کہ میں کسی کا مقلد نہیں ہوں۔ اور وہ خاندانی طور حضرت اسمٰعیل شہید کے حقیقی عزیز تھے۔ اور ان کی ظرافت اور زیر فہمی کمال کے درجہ تک تھی۔ اگرچہ مولوی میمن بھی کچھ کم نہ تھے۔ ان ہر دو کی علمی نوک جھونک بہت لطف دیتی تھی۔

ایک روز مولوی طلحہ سے کسی امر میں مولوی میمن صاحب فصاحت فرما رہے تھے کہ میں مولوی فاضل کے امتحان میں اول رہا تھا جس کا مولانا سید طلحہ صاحب کو علم تھا اور مولانا حاجی سید نذیر حسین دہلوی سے بھی برابر پڑھا ہے اور عام طور پر ان کو دوسرے امر کا علم نہیں تھا اور اپنی طرح ان کو اورنٹیل کالج لاہور میں قریب چار سال ہو گئے تھے۔ جب کالج کے صاحب اقتدار مولوی محمد شفیع نے اورنٹیل کالج میگزین فروری ۱۹۲۵ء شائع کیا تو مولانا میمن نے بھی مولوی محمد شفیع کے مطالبہ پر بعنوان " ابوالعلاء اور ابومنظور خازن دار الکلم " لکھا تھا جو اسی میگزین کے اول شمارہ میں طبع ہوا۔ اس کے بعد آپ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں چلے گئے تھے۔ اور وہ اورنٹیل کالج لاہور کے بعض احباب کے سلوک سے زیادہ خوش نہیں تھے۔

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے عربی کے پروفیسر اے۔ ایس ٹرٹن کا تقرر لندن یونیورسٹی میں ہو جانے سے جو وہاں اسامی خالی ہوئی تو آپ نے بھی اس کے لئے عرضی دے دی تھی اور حالات کے تحت لاہور سے ان کی عمدگی سے سفارش نہیں کی گئی تھی۔ عربی کی وسعت کے باوجود ان میں اس وقت اگر ظاہرہ کمی تھی تو انگریزی زبان کی تھی مگر ان کو بھی ملاقات ملازمت کے لئے علی گڈھ میں ملاقات کے لئے اس وقت بلایا گیا تھا۔ چنانچہ وہ انتخابی مجلس کے سامنے پیش ہونے وہاں سے واپس آ کر انہوں نے ساری وہاں ملاقات کی سید طلحہ صاحب کو روئداد سنائی تھی۔ جس کے بعد انہیں اطلاع پہنچی کہ ان کا تقرر علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں بحیثیت پروفیسر عربی زبان ہو گیا ہے۔ ہم نے ان کو نیک تمناؤں کے ساتھ لاہور سے رخصت کیا۔ اور ہمارا خیال یہی تھا کہ آپ علی گڈھ کے ماحول میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ اللہ نے ایسا ہی کیا۔

اتفاق سے ہی علامہ اقبال کے ہمراہ اکتوبر ۱۹۲۹ء علی گڈھ تو کچھ وقت نکال کر مولانا میمن کے ہاں بھی دیکھا گیا۔ کہ آپ باہر مکان کے نیچے اسی طرح تصنیف و تالیف کے کام میں خوش و خرم ہمہ تن مصروف تھے۔ اور ان کا حقہ چل رہا تھا مجھے

لـ۵ ڈاکٹر صاحب کی ہربات محل نظر ہے مولانا لکھنوی نے مسلک حنفیت کی وہ بھرپور زبردست تائید فرمائی ہے کہ باید و شاید ان کے شرح و حواشی اور تصانیف اس کے شاہد ہیں۔ " س "

دیکھ کر انہوں نے اسی طرح "یا ابو عبداللہ" کہہ کر خندہ پیشانی سے ملے اور نہایت دلچسپی سے اپنے تمام حالات سے آگاہ کیا چونکہ وقت تنگ تھا اور ادھر آپ نے بھی لیکچر کے لئے جانا تھا اس لئے جلدی سے ان سے رخصت ہو کر واپس آ گیا۔ سب سے بڑی خوشی اس امر کی تھی کہ وہ اپنے منصب پر مطمئن نظر آئے۔ اور میں بھی ان سے رخصت ہو کر علامہ اقبال کے ہاں واپس آ گیا۔ اور ان سے بھی آپ کی ملاقات کا ذکر کیا۔ اگرچہ آپ مولانا میمن سے کم واقف تھے اور وہ ڈاکٹر ظفر الحسن کے ہاں مقیم تھے۔

مولوی میمن صاحب نے گفتگو میں ایک طرح پروفیسر سید طلحہ کا بھی ذکر کیا اور خاص کر پوچھا کیسے ہیں جن کا انتقال بعمر ۸۰ سال ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء کو کراچی میں ہوا۔ جن کی صحبت میں ہم آپ سے مستفید ہوتے تھے۔ اور ان کو عمدگی سے سب واقعات کا خوب علم تھا۔ ان ہر دو مولویوں یعنی مولانا میمن اور مولانا سید طلحہ کبھی نہیں بھولتے۔ اور مولوی میمن کو ان کے ہاں تفسیر کشاف زمخشری کا خوب علم تھا بلکہ اس سے بڑھ کر اس کے بعض اندراجات خاص کا بھی علم تھا۔ بہر حال سفر مدراس سے جب علامہ اقبال حیدر آباد دکن آئے تو انہوں نے بذریعہ سر اکبر حیدری ایک سکیم انعقاد ادارہ معارف اسلامیہ لاہور میں بصورت تحریر باقاعدہ پیش کی تھی جس کا عوام کو کم علم ہے۔ اس پر باقاعدہ کارروائی غالباً ان کے بعد شروع ہوئی اور اس ضمن میں سرکار حیدر آباد دکن سے کچھ روپیہ میسر آ گیا تھا۔ اس کا اول اجلاس لاہور میں علامہ اقبال نے ۱۹۳۳ء میں کیا۔ جس کی روئداد مع مضامین اساتذہ اور مندوبین کے شائع ہوئی تھی۔ اس کا دوسرا اجلاس اسی طرح اپریل ۱۹۳۶ء میں ہوا جس کی صدارت سر فضل حسین نے کی تھی اس کی پوری رپورٹ مع مضامین چھپ گئی تھی۔ ان اجلاس میں مولوی عبدالعزیز میمن کو برابر دعوت دی جاتی رہی۔ نہ معلوم آپ نے ان میں شرکت کیوں نہیں فرمائی۔ آخر اس کا تیسرا اجلاس دہلی میں دسمبر ۱۹۳۸ء میں بعد وفات سر علامہ اقبال ہوا جس میں مولانا میمن صاحب نے بھی شرکت کی اس کی میں ہی شامل ہوئے اور مندرجہ ذیل مضمون آپ نے پڑھا۔ بعنوان مندرجہ ذیل

"کتاب اسماء جبال تہامہ وسکانہا وما فیہا من القری

وما ینبت علیہا من الاشجار وما فیہا من المیاہ"

جس کا ایک ہی نسخہ آپ کے نزدیک سعیدیہ لائبریری حیدر آباد دکن میں تھا۔ آپ نے میں بھی شرکت کی تھی اور یہ جلسہ وہاں دہلی میں بصدارت آنریبل ڈاکٹر شاہ سلیمان صاحب چیف جج ہائی کورٹ الہ آباد ہوا تھا۔ اس جلسہ کی مکمل رپورٹ طبع ہو چکی ہے جس میں آپ کا یہ قیمتی مضمون ص ۲۶۵ تا ۳۰۱ تک ہے۔

افسوس اس اجلاس کے بعد علامہ اقبال کے فوت ہو جانے سے آج تک نہیں ہوا اگرچہ مولوی محمد شفیع کو پورا اختیار دے دیا گیا تھا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میں خود بھی اس جلسہ کے بعد لاہور سے باہر چلا گیا تھا۔ اور پیرس یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کر کے آیا تھا۔

دورانِ قیام پیرس میں میری اکثر ملاقات ممالک اسلامیہ کے طلبا اور فضلا سے ہوئی۔ چنانچہ وہاں عید الاضحیٰ کے موقعہ پر امیر شکیب ارسلان (عرب) یہ بھی پیرس ہی میں ملاقات ہوئی۔ ان کے اعزاز میں عرب طلبا نے ایک بہت بڑی دعوت کا انتظام عربی طریقہ پر کیا اور بہت سے دیگر عرب و مسلمان طلبا سے ملنے کا بھی موقع میسر آیا۔ دراصل امیر شکیب ارسلان یہودیوں کے فلسطین میں بسانے کی تجویز کے خلاف آئے تھے اور وہ وہاں ایک مجمع سے جو خالصاً مسلمانوں کا ہو اس سے ایک صدا پیدا کرنا چاہتے تھے اس کے فوراً بعد وہاں پیرس میں مصر کے بادشاہ فاروق بھی وہاں تشریف لائے تھے اور ابھی تک ان کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ان کے ہمراہ ان کی ہمشیرہ بھی تھیں۔ اور پیرس کی مسجد میں انہوں نے بعض تقاریر کے جواب میں ایک مختصر سی تقریر بھی کی تھی۔ اس روز میری ملاقات ملک شام کے بعض طلبا سے ہوئی۔ ایک طالب علم جو عربی زبان میں وہاں ڈاکٹریٹ کر رہا تھا اس نے خاص کر مجھ سے دریافت کیا ـــ "استاذ المیمنی" کیا میں ان کو جانتا ہوں۔ پہلے تو میں اس کے سوال کو پوری طرح سمجھا نہیں۔ وہ دراصل مجھ سے "مولانا عبد العزیز المیمنی" کا ذکر کر رہا تھا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے استاذ میمن اس قدر عرب دنیا میں معروف ہیں۔ مگر اس کے بعد میں نے خود ہی اس طالب علم سے دریافت کیا کہ کیا وہ خود بھی مولانا "میمنی" سے ملا ہے کہ نہیں۔ مگر مجھے یہی معلوم ہوا کہ ان کی عرب ممالک میں اس قدر شہرت ہے اور اپنی وسعت عربی علوم کے عربوں ہی میں مشہور ہیں۔ مگر اس نے وضاحت کی کہ وہ مولانا میمنی کو ان کی عربی تحریروں سے جانتا ہے مگر ملا کبھی نہیں۔ اور اسی طالب سے یہ بھی علم ہوا کہ مولانا میمنی عنقریب ایک بڑی کتاب عربی ادب میں مرتب کر رہے ہیں۔

واپسی پر میرا تقرر پونہ دکن کالج میں وہاں کے شعبہ تاریخ کے قرون وسطیٰ کے لئے میرا انتخاب ہوا۔ جو میں وہاں اکتوبر ۱۹۴۷ء تک پڑھاتا رہا۔ یہ کالج تمام ہند میں ان اولین درسگاہوں میں ہے جو برٹش نے یہاں قائم کی تھیں اور اس عرصہ میں بے شمار مفید علمی کارنامے انجام دئے۔ مگر مجھے یہ ہرگز علم نہ تھا کہ مولانا میمن کا داماد بھی وہاں پونہ زرعی کالج میں ملازم ہے۔ اس طرح کی صاحب زادی بھی وہاں تھی مگر میری ان سے ملاقات نہ تھی۔ اور نہ میں نے آپ کی صاحب زادی کو دیکھا۔ اتنے میں ۱۹۴۳ء میں ہسٹری کانفرنس کا انعقاد علی گڑھ میں ہونا قرار پایا اور ساتھ ہی وہاں انڈین ہسٹاریکل ریکارڈ کمیشن کا اجلاس بھی وہاں ہونا قرار پایا تھا مجھے کالج سے اور گورنمنٹ انڈیا کی جانب سے دعوت نامے وصول ہو چکے تھے۔ میرے سامنے اس ضمن میں یہ بڑی خوشی تھی کہ وہاں علی گڑھ میں مولانا عبد العزیز میمن سے ملاقات ہو گی اور عرصہ کے بعد ان سے ملیں گے۔ مگر اس ضمن میں میرے علی گڑھ جانے کا علم مولانا میمن کے داماد اور ان کی صاحبزادی کو زیادہ تھا۔ چنانچہ وہ میرے پونہ سے جانے سے پیشتر میرے ہاں تشریف لے آئے اور پیغام دیا کہ ہماری طرف سے ان تک پہنچا دوں۔

چنانچہ میں پونہ سے کچھ ہی ایام پیشتر ہی احمد آباد۔ اجمیر۔ جیسور اور دہلی ہوتا ہوا علی گڑھ پہنچ گیا تھا۔ مگر اس اثنا میں

جیسور کے قریب ریاست ٹونک میں پروفیسر شیرانی صاحب سے ملاقات کرنے کے بعد سید ھا میں دہلی پہنچا۔ دہلی میں اپنے میزبان میر احمد حسین کے ہمراہ نظام الدین اولیا کے مزار پر آیا۔ جہاں مولانا الیاسؒ سے ملاقات کی جو تبلیغی جماعتوں کو برائے تبلیغ اسلام ارسال کرتے ہیں اور کئی امور پر تبادلۂ خیال ہوا۔ اسی طرح لاہور میں بھی ان کے پہنچنے پر صاحب زادہ مولانا محمد یوسف کی آخری تقریر یکم اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب لاہور میں اتفاقاً سنی تھی جس کے بعد اگلے روز ان کا انتقال دہلی میں ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اور ان کا قائم کیا ہوا یہ ادارہ اور مجمع بنام تبلیغی جماعت لاہور کے قریب بمقام رائے ونڈ میں ہوتا ہے جو اپنی ایک مثال ہے۔

حتیٰ کہ میں اگلے روز حسب پروگرام علی گڑھ پہنچ گیا تھا۔ یہ دسمبر ۱۹۴۳ء کا آخری ہفتہ تھا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ تمام مہمان باہر ٹینٹوں میں قیام کریں گے اور اس سے ایک روز قبل وہاں بوائے سکاؤٹنگ کا مجمع تھا۔ اور میرا انتظام ایک صاحب مسٹر جعفر کے ہمراہ ایک الگ ٹینٹ میں کر دیا گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ ہم کسی طرح پروفیسر حبیب شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی سے تفصیلی ملاقات ہو جائے تو بہت مناسب ہوگا۔ کیونکہ کئی مسائل پر ان سے بات چیت اور مشورہ کا ارادہ تھا۔ اتفاقاً وہ وہاں گھومتے ہوئے نظر آ گئے۔ چنانچہ ان سے مسائل پر کئی گھنٹے بات چیت جاری رہی۔ اور نصف شب سے بھی اوپر تک وقت ہو گیا تھا۔ تاریخ ہند میں یہ زمانہ کوئی امن کا نہیں تھا۔ خاکساروں کی وجہ سے کچھ بدامنی تھی اور کچھ ان کو پکڑنے کا انتظام بھی تھا غرضکہ طبائع میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ اسی روز وائسرائے ہند کی صدارت میں مسٹاریکل ریکارڈ کا جلسہ تھا اور میرا مضمون اسی روز تھا۔ اور اس سے قبل ڈھاکہ کے عزیز احمد تقریر کرنے والے تھے۔ خیر میں نے بخیر و خوبی فراغت حاصل کر لی تھی۔ میں نے ارادہ کیا کہ اب مجھے مولانا میمن سے ملنا چاہیے۔ چنانچہ اس ضمن میں ان کی طرف متوجہ تھا کہ ایک طالب علم بھی جن کا نام نبی بخش بلوچ تھا ملاقات ہو گئی ان سے جناب میمن صاحب کا پتہ معلوم ہوا کہ وہ ان کے ماتحت ڈاکٹری کی ڈاگری کے لئے کام کر رہا تھا مگر بحیثیت خاکسار ہونے کے اسے پکڑے جانے کا خطرہ تھا۔ خیر میں اس کے بتائے ہوئے پتہ پر مولانا میمن صاحب کے پہنچ گیا۔ دیکھا تو مولانا میمن باہر بیٹھے حسب معمول اپنے کام میں مصروف تھے۔ اور "مفضلیات" کا مسودہ از سر نو تیار کر رہے تھے اور ان سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں وہ اپنے حالات میں مطمئن تھے اور میں نے پونہ کے لوگوں کا پیغام بھی ان کو دیا۔ ماشاء اللّٰہ کا خط بہت اچھا تھا اور اپنے ڈھنگ سے "المفضلیات" کے نسخے کو تیار کر رہے تھے۔

ان سے فارغ ہو کر ہسٹری کانفرنس میں آ کر پھر مشغول ہو گیا اور اپنا مقالہ بھی پڑھا تھا تنے میں واپس پونہ جانے کی فکر براستہ الہ آباد طے کیا کیونکہ میرے عزیز (شریف) جلال چغتائی نے بھی اسی راستہ سے واپس جانے کی تاکید کی تھی چنانچہ وہاں الہ آباد میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی و دیگر حضرات سے مل کر اور وہاں کے امرود حاصل کر کے پونہ روانہ ہو گیا مگر اس کے بعد ۱۹۴۷ء سے پاکستان ظہور میں آ گیا۔ اور حالات کے اعتبار سے مجھے بھی کسی طرح واپس

لاہور آنا پڑا۔ ایک روز پنجاب یونیورسٹی میں مسٹر ممتاز حسن جو مالیات کے محکمہ سے تعلق رکھتے تھے اور مولانا کے بہت بڑے مداح تھے ان سے ملاقات ہوگئی ان سے معلوم ہوا کہ مولانا میمن صاحب علی گڑھ سے ریٹائر ہو کر کراچی آکر مقیم ہوگئے ہیں اور وہ حمید احمد خان مرحوم وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی سے مل کر کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح میمن صاحب پنجاب یونیورسٹی میں پروفیسر ہو جائیں چنانچہ وہ کامیاب ہوگئے تھے۔"

مولانا عبدالعزیز میمن میں اورنٹیل کالج میں ایک کمرہ جس میں کبھی پروفیسر اقبال مرحوم بیٹھتے تھے میں قیام فرمایا کرتے اور ان سے اکثر ملاقات بھی ہوتی تھی۔ اور میں ایک مسئلہ مسجد نبوی کی تعمیر کے ضمن میں ہر سہ کتب ۱۔ تحقیق النصرہ المراغی متوفی ۸۱۱ھ ۲۔ الدرۃ الثمینہ فی تاریخ المدینہ۔ النجار متوفی ۶۴۷ھ ۳۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ سمہودی متوفی ۹۱۱ھ کی کتب کی بعض مقام پر سمجھ نہیں آتی تھی۔ چنانچہ میں ان کے پاس ایک روز صبح صبح "الدرۃ الثمینہ" اصل لے گیا تھا۔ تو انہوں نے ظرافت میں جو ان کا ایک خوشگوار پہلو تھا تو انہوں نے عربی زبان دانی کے اعتبار سے مسئلہ کو عمدگی سے حل کر دیا۔ مگر ظرافت میں اسی طرح انہوں نے مجھے" ابو عبداللہ" کے نام سے پکارا۔ جو ان کا ہمیشہ کا شیوہ تھا اور ان سے اکثر علمی اور غیر علمی کالج اور کالج کے باہر عموماً شمس الدین کی دوکان پر لوہاری دروازہ کے باہر ہوتی رہیں۔ اور ہمیشہ ان کو خوش و خرم ہی پایا۔

انہی ایام میں ان کو ابن سعود حکومت نے وہاں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حج کے موقع پر بلانے کا اتفاق ہوا۔ جب میں نے امریکہ سے واپسی پر پہلی مرتبہ حج کے لئے وہاں گیا تھا۔ تو وہ بہت عمدگی سے ملے اور وہ کسی ضروری کام سے پاکستان ایمبیسی میں آئے تھے۔

اس کے بعد غالباً مسٹر ممتاز حسن نے ان کو مرکزی اسلامی ادارہ جب کہ وہ ابھی کراچی ہی تھا اور اشتیاق حسین قریشی غالباً منسٹر تھے یا وہ خود اس ادارہ کے سربراہ تھے تو اس ادارہ کے لئے انہوں نے دنیا میں پھر کر بہترین اور نایاب کتب کو اکٹھا کیا جو کوئی اور نہیں کر سکتا تھا اور آج یہ تمام ادارہ اسلام آباد منتقل ہو چکا ہے اور اس میں مولانا میمن کی کئی کتب عربی ادب میں ایسی ہیں جو وہی کر سکتے تھے۔ یورپ سے متاثر ہو کر جب "لسان العرب" لغت کی کتاب کا نیا ایڈیشن نکلنے کے لئے ناشر نے اشتہار دیا تو ان کا نام بھی ان حضرات میں شامل تھا جنہوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔

وہ حقیقتاً ایک تاجر خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ہمیشہ "میمن" کے نام یا لقب سے ان کو پکارا گیا ہے مگر واقعات یہ ہیں کہ وہ گجرات کاٹھیاواڑ کے باشندہ تھے اور قاضی احمد میاں اختر اور مولوی سورتی جیسے ان کے معاصر تھے جنہوں نے ان کے ہمراہ مل کر اسباق عربی کی ادائیگی کی ہے۔ میرا خیال ہے آج ہم کسی کو بھی ان جیسا عربی کے اساتذہ میں شمولیت کا موقع نہیں دے سکتے جس طرح سید انور شاہؒ کے بعد ان کا جانشین نہیں ملتا اسی طرح "میمن" اپنا زمانہ گزار کر ہم سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ان کا بلند آواز سے کسی عربی لفظ کی سند کی وضاحت میں اس کو سمجھانے کے لئے عربی اشعار اساتذہ کا پڑھنا اور مخاطب کو محو حیرت کر دینا آج تک نہیں بھولتا۔ انہوں نے طویل عمر پائی تھی۔ افسوس ان سے اخیر ایام میں ملاقات نہیں ہوئی۔

باقی صفحہ ۴۵ پر

اشتہار نیلام

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جی ٹی روڈ چیغلپورہ اور تازہ دین ٹرانزٹ ڈپوؤں میں لاٹوں کی شکل میں کٹائی شدہ لکڑی مورخہ ۷۹-۱-۱۴ اور ۷۹-۱-۱۵ کو بوقت ۱۰ بجے صبح علی الترتیب دو ربرو پر دستخطی نیلام کی جائے گی۔ خواہشمند حضرات موقع پر حاضر ہو کر بولی دے سکتے ہیں :-

چیغلپورہ :	شیشم	(۷)	۷۵ لاگز	=	۴۶۹٫۹	مکسر فٹ
		(۸)	۳۴ لاگز	=	۳۳۹٫۷	"
	توت	(۹)	۹۱ لاگز	=	۷۵۸٫۹	"
	غز	(۱۰)	۴۴ لاگز	=	۶۶۲٫۷	"
	چیڑ بی	(۱۱)	۲۷ لاگز	=	۶۶٫۹	"
	شیشم	(۱۲)	۵۷ لاگز	=	۲۲۲٫۷	"
	بالن	(۱۳)	-	=	۸۱۲٫۰ (کھڑی حجم)	
تازہ دین :	شیشم	(۱)	۶۶ لاگز	=	۷۱۳٫۷	مکسر فٹ
	"	(۲)	۸۴ لاگز	=	۷۲۲٫۵	"
	"	(۳)	۴۹ لاگز	=	۳۱۷٫۷	"
	دیلو	(۴)	۳۵۷ لاگز	=	۱۱۲۵٫۹	"
	دیلو	(۵)	۲۹۰ لاگز	=	۱۱۴۴٫۲	"
	شیشم	(۶)	۶۳ لاگز	=	۵۳۸٫۴	"
	"	(۷)	۷۱ لاگز	=	۷۳۰٫۸	"
	"	(۸)	۱۱۲ لاگز	=	۶۹۹٫۴	"
	"	(۹)	۵۱ لاگز	=	۹۷۸٫۶	"

شرائط نیلام موقع پر پڑھ کر سنائی جائیں گی۔

المشتہر

امان اللہ خان، مہتمم جنگلات

پشاور، مردان۔ فارسٹ ڈویژن۔ نوشہرہ

INF (P) 20

تصوّف و سلوک

تزکیۂ نفس

ارشادات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

مرتبہ: جناب محمد عبدالرشید صاحب
خلف الرشید خواجہ محمد نور بخش پھلن شریف

۱۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراھیم آیت ۷)

ترجمہ :- البتہ اگر تم شکرگزاری کروگے تو اور زیادہ دوں گا۔

اے سعادت مند! چونکہ آپ کو حضرات اکابر کے طریقہ کا شوق حاصل ہوا ہے اس لئے چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے اس طریقہ کی شرائط اور آداب کا خیال رکھ کر عمل کی کوشش کریں۔

اور اتباع سنّت اور بدعت سے اجتناب لازم جانیں۔ اس راہ کا مدار اسی مدار پر ہے۔

اور اقوال، افعال اور اخلاق میں حضرات دیندار علمائے کرام کے فتووں کے مطابق زندگی بسر کریں۔

اور حضرات صالحین کی سیرت کو اپنا شعار بنائیں اور فقرا کو دوست رکھیں۔

اور سونے، کھانے پینے اور بات کرنے میں اعتدال کی حد کو نگاہ میں رکھیں۔

اور کوشش کریں کہ سحری کے وقت اٹھنا ہاتھ سے نہ جائے۔ اور اس وقت تہجد کی نماز پڑھنا اور گریہ وزاری کرنا غنیمت جانیں۔

اور نیکوں کی صحبت کی طرف راغب رہیں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ "دین المرء دین خلیلہ" (آدمی کا دین اور طریقہ وہی ہوتا ہے جس دین پر اس کا دوست ہوتا ہے)

اور جاننا چاہیئے کہ آخرت کے طالب کو ترکِ دنیا کے سوا چارہ نہیں۔ اگر "ترکِ حقیقی" میسر نہ ہو تو "ترکِ حکمی" ضروری ہے تاکہ نجات کی صورت نکل آئے۔ اور "ترکِ حکمی" کا مطلب یہ ہے کہ "مالِ نامیہ" مویشیوں اور تجارت کے مال کی جس طرح شرعی کتابوں میں ہے خوشی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کریں اور زکوٰۃ ادا کرتے وقت محتاج رشتہ داروں۔ پڑوسیوں اور قرض داروں کا بھی خیال رکھیں۔

اور مال کو بے جا صرف نہ کریں۔ اور اسراف نہ کریں اور اسے لہو ولعب، زینت اور آرائش اور فخر و حرص کا ذریعہ نہ بنائیں۔ جب یہ باتیں حاصل ہو جائیں تو مال مضرت سے نکل جاتا ہے اور دنیا، آخرت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے۔ بقدر امتثال

ہی نہیں۔

اور یہ بھی جان لیں کہ نماز پنجگانہ دین کا ایک ستون ہے۔ اگر اسے قائم کر لیا تو دین قائم ہو گیا اگر اسے گرا دیا تو دین کو گرا دیا۔ لہٰذا کہ نماز مستحب وقت پر، ان آداب کے ساتھ جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں با جماعت ادا کی جائے اور کوشش کریں کہ تکبیرِ اولیٰ حاصل ہو۔ اور اول صف میں جگہ مل سکے۔ ان امور میں سے کسی ایک کے ترک ہونے پر گریہ کریں۔

اس طریقہ کے کامل و مکمل شیخ کی صحبت حاصل ہونے تک اپنا وقت تلاوتِ قرآن مجید اور طاعت و وظائف جو حدیث شریف کی معتبر کتابوں سے ثابت ہیں، میں صرف کریں۔

اور اکثر اوقات کلمہ طیبہ لا اِلٰہ الا اللہ کا ورد کریں۔ اس کا باطن کی پاکی پر اثر ہوتا ہے اور اگر مقرر تعداد میں اس کلمہ کا ورد کیا جائے تو بھی گنجائش ہے اور وضو یا بغیر وضو کے ورد کیا جا سکتا ہے۔

بزرگوں کی محبت کو سعادت کا سرمایہ جانیں۔ سلوک کا مدار اس پر جانیں ؎

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں　　گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھے مقصد کے خزانے کا پتہ دے دیا ہے تاکہ اگر ہم اسے حاصل نہیں کر سکے، تو شاید تو حاصل کر سکے)

(از مکتوبات معصومیہ ۱۴۔ دفتر اول)

۲۔ اگر دوزخ کی آگ سے نجات ملے گی تو وہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر منحصر ہے۔

پس سعادت مند جوانوں اور ہوشمند طالبوں پر لازم ہے کہ ظاہراً و باطناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی کوشش کریں اور جو چیز اس پیروی کی دولت میں رکاوٹ بنے اس سے آنکھیں بند کر لیں اور دل کو اس کی طرف متوجہ نہ ہونے دیں۔ اور اس بات پر پختہ یقین رکھیں کہ اگر کوئی شخص ہزاروں فضائل اور خوارق رکھتا ہو مگر آپ کی پیروی میں سست ہو تو اس کی صحبت و محبت زہرِ قاتل ہے۔ اور اگر کوئی شخص فضائل و خوارق نہ رکھتا ہو مگر آپؐ کی پیروی میں پختہ ہو تو اس کی صحبت و محبت فائدہ مند تریاق ہے ؎

محال ست سعدی کہ راہِ صفا　　تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

بقولِ شیخ سعدی نیکوں کے راستہ پر حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے سوا چلنا ناممکن ہے۔

(مکتوب ۱۲۔ دفتر اول)

بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت! کیا اس سلوک کی راہ پر چلنے والے بزرگوں پر شیطان کی دسترس ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ہر اس راہ پر چلنے والے پر، جو فنا کی حد تک

نہ پہنچا ہو تب دسترس رکھتا ہے جب وہ شخص غصہ میں ہوتا ہے۔ مگر اس راہ پر چلنے والا جو فنائے نفس تک پہنچ چکا ہو تو اسے غصہ نہیں آتا بلکہ غیرت آتی ہے اور اس سے شیطان دور بھاگتا ہے۔ اور غیرت کی صفت اس شخص کے لئے مسلم ہے جو اپنا رخ حق تعالیٰ کی طرف رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کو دائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو اور سنت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حدیث) کو بائیں ہاتھ میں تھامے ہوئے ہو اور ان دونوں کی روشنی میں سلوک طے کرنے والا ہو۔

(مکتوب ۲۹۔ دفتر اول)

قرب الٰہی کے درجات کا حصول شریعت کی پیروی پر منحصر ہے۔ جو شریعت پاک کو چھوڑ دے گا وہ مقصد کو نہ پاسکے گا۔ بلکہ گمراہ ہو جائے گا۔

(از مکتوب ۲۹۔ دفتر اول)

جہاں تک شریعت کی پابندی کا دارومدار ہے اس میں عام و خاص دونوں برابر ہیں لہٰذا اہل شریعت، اہل طریقت اور اہل حقیقت کو شرعی فرائض کی بجا آوری اور شرعاً حرام کی ہوئی چیزوں سے بچے بغیر چارہ نہیں اور کوئی شخص بھی واجبات کے ترک کرنے اور شریعت کی منع کی ہوئی چیزوں کا ارتکاب کرنے سے معذور نہیں۔ ہر شخص احکام شرعیہ کا محکوم ہے اور کوئی بھی شریعت کے دائرہ سے باہر نہیں۔

(از مکتوب ۳۶۔ دفتر اول)

اللہ تعالیٰ نے وحی قطعی سے آخرت کی نجات کو شریعت حقانی کی پیروی پر منحصر رکھا ہے۔ اور اپنا قرب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران آیت ۳۱)

ترجمہ:۔ کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

(از مکتوب ۵۶۔ دفتر اول)

اہل سنت و جماعت کے قطعی عقائد میں یہ بات ہے کہ بندہ ہرگز اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا کہ شرعی احکام کی بجا آوری اس سے ساقط ہو جائے۔ جو شخص اس عقیدے کے برخلاف عقیدہ رکھے وہ مسلمانوں کی جماعت سے نکل جاتا ہے.... لہٰذا اس وقت شریعت کی رسی کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور سنت مطہرہ کو دانتوں سے محکم پکڑیں۔

(از مکتوب ۷۳۔ دفتر اول)

۳۔ حضرت فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے جو اکابر صوفیائے کرام میں سے ہیں، فرمایا ہے کہ جو شخص بدعتی سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیتا ہے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکال لیتا ہے۔

(از مکتوب ۲۹۔ دفتر اول)

۴۔ صوفی جس وقت آپس میں امر معروف اور نہی منکر کا ذکر نہ کریں اور سستی سے کام لیں تو اس وقت میں خیر نہیں ہے۔

(از مکتوب ۲۹۔ دفتر اول)

۵ - فقیری اور مسکینی سے نہ گھبرائیں اور رزق کی تنگی سے بوجھ محسوس نہ کریں۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ (الرعد۔ آیت ۲۶)

ترجمہ: - اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ اور تنگ کرتا ہے۔

طالبانِ حق تعالیٰ کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے کام سے خوش و خرم رہیں بلکہ اس سے لذت حاصل کریں جو کچھ محبوب حقیقی سے آئے وہ محبوب ہے خواہ وہ "ایلام" (مصیبت اور دُکھ) ہو یا "انعام" "نعمت" ہو یا "نقمت" (تکلیف)

(از مکتوب ۴۲ - دفتر اول)

پس رزق کی فراخی اور اس کی تنگی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کسی کی طرف سے نہیں۔

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ (یونس آیت ۱۰۷)

ترجمہ: - اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا ہٹانے والا کوئی نہیں۔ اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔ اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے۔

(از مکتوب ۳۱ - دفتر اول)

۶ - چونکہ یہ جہان دارِ عمل ہے اور دارِ اجر مرنے کے بعد آنے والی زندگی میں ہے اس لئے (اس عمل کے جہان میں) نیک اعمال کے وظائف میں سرگرم رہیں۔ (کاہل اور سست ہرگز نہ بنیں) از مکتوب ۵۰ - دفتر اول)

۷ - چند روزہ عمر، جس سے ملک ابدی ہاتھ میں آنا ہے بیہودگی میں صرف نہ کریں ؎

دائم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ کار میدار نہفتہ چشم دل جانب یار

(ہمیشہ ہر جگہ، ہر ایک کے ساتھ، ہر کام میں اپنے دل کی پوشیدہ آنکھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھو یعنی ہر وقت دل متوجہ الی اللہ رہے کسی وقت بھی توجہ اُدھر سے ہٹنے نہ پائے)

۸ - اندھیری راتوں کو اذکار کے وظائف سے روشن رکھیں۔ گریہ اور سحری کی استغفار کو غنیمت شمار کریں۔ اچھی عمر ہاتھ سے جا رہی ہے اور کام کا موسم ختم ہو رہا ہے۔ اب کس عذر سے آج کا کام کل پر ٹالا جائے۔ آج کے لئے کل نہیں ہے (آج کا کام آج ہی کرنا ہوگا) اصل بات کی فکر کرنی چاہیئے اور "ظل" (سائے) سے "اصل" کی طرف آنا چاہیئے (یہ جہان سائے کی مانند ہے جو فنا ہو جائے گا۔ اگلا جہان اصلی ہے اور دائمی رہے گا)

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ (الذّٰریٰت۔ آیت ۵۰) (از مکتوب ۳۸ - دفتر اول)

۹ - اللہ تعالیٰ کی نظر کا مقام دل ہے اس لئے دل کو پاکیزہ رکھنا چاہیئے۔ دل کی پاکیزگی ذکرِ الٰہی سے وابستہ ہے اور ذکر و فکر ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے اور باطنی سبق کو عزیز جانیں۔ (از مکتوبات ۹۰ م دفتر اول)

۱۰۔ چونکہ ہر رنج والم جو پہنچتا ہے وہ بندے کے مقدر میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادے سے پہنچتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی (قضا پر) رضامندی کے سوا اور کوئی چارہ اور راستہ نہیں۔ "وظائف طاعت" بجالانے میں چُست رہیں۔ بیماریوں اور مرضوں میں صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کریں اور مخلوق میں سے کسی کو بھی درمیان میں نہ دیکھیں (یوں نہ سمجھیں کہ رنج وتکلیف پہنچانے والا کوئی اور شخص ہے) بلکہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانیں اور اس کے دور کرنے کے لئے دعا اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سوا کوئی کسی کو نہ ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ارادے کے سوا کوئی ضرر دور کر سکتا ہے۔ راہ بندگی یہی ہے۔

(از مکتوب ۷۲۔ دفتر اول)

۱۱۔ طاعات اور عبادت کے بجالانے میں مردانگی دکھائیں اور کمر ہمت اللہ تعالیٰ کی خدمت (احکام الٰہی کی بجاآوری) کے لئے مضبوط باندھیں۔

آج کام کا دن ہے روزِ اجر آئندہ آنے والی زندگی میں ہے۔

"ادائے خدمت" (فرائض عبودیت کی بجاآوری) میں لذات کے طالب نہ بنیں۔ اگر لذت عطا فرمائے تو نعمت ہے اگر اللہ تعالیٰ نہ دے تو بھی طاعت کی بجاآوری سے نہ رکیں۔ سب شرعی احکام پر گامزن رہیں۔

بندگی سے مقصود محنت ومشقت ہے اور نفس وہوا کی مخالفت درکار ہے عیش وراحت مقصود نہیں۔

طاعت کے بجالانے میں دل وجان سے کوشش کریں اور نجات کی امید (محض) اس کی رحمت سے جانیں اور طاعت کی بجاآوری بھی اس کی رحمت سے سمجھیں۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ عمل کرو اور استغفار بھی کرتے رہو۔ یہ ہے بندگی کا طریقہ۔

(از مکتوب ۹۳۔ دفتر اول)

۱۲۔ دین کے علم کے حاصل کرنے میں بڑی کوشش کریں نیز کوشش کر کے علم پر عمل بھی کریں۔

اور "ناجنس" اور "اہلِ تفرقہ" کی صحبت سے دور رہیں۔ اور "اہلِ بدعت" سے بھی کنارہ کریں اور بزرگ سے جو باطنی نسبت حاصل کی ہو اس کو معمور رکھیں۔ اور جو چیز اس کے برخلاف ہو اس سے بچیں۔

یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ بندے کا ظاہر احکام شرعیہ سے آراستہ ہو اور باطن مذکورہ نسبت سے معمور ہو۔

(از مکتوب ۱۰۹۔ دفتر اول)

۱۳۔ لوگ اس خسیس دنیا کی طلب میں بہت تکلیفیں اور رنج برداشت کرتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طلب میں اس سے زیادہ محنت کرنی چاہئے۔

بزرگوں نے اس طلب میں بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں اور عمریں اس کے حصول کے لئے گزار دی ہیں ؎

اوحدی شصت سال سختی دید
تا شبے روئے نیک بختی دید

(یعنی بقول اوحدیؒ انہوں نے ساٹھ سال تک ریاضات و عبادات کی سختیاں اٹھائیں تب انہیں ایک رات نیک بختی کی سعادت حاصل ہوئی) (از مکتوبات - ۱۲۳ - دفتر اول)

۱۴ - تم نے تہذیب اخلاق کے بارے میں نصیحتیں طلب کی ہیں -

مخدوما! شریعت کی کتابیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری طرح اس بات کی کفیل ہیں - اس لئے سب امور میں روشن شریعت اور سنت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا بنائیں. کیونکہ آخرت کی نجات اور قرب الٰہی کے درجات کا حصول اسی بات پر منحصر ہے - تعمیر اوقات میں بہت زیادہ محنت کریں وقت نہایت قیمتی ہے - وہ لایعنی اور بے ہودہ کاموں میں صرف نہ ہونے پائے - لوگوں کے ساتھ میل جول، بقدر ضرورت رکھیں ضرورت سے زیادہ لوگوں کی صحبت اس راہ میں مہلک درندہ ہے -

رات کو عبادت کے لئے جاگنے اور سحر کے وقت گریہ وزاری کو غنیمت جاننا چاہئے -

اور لذات فانیہ میں پھنسنے سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ باطن کو بے رونق اور مکدر کر دیتی ہیں -

اور ہر شخص کے ساتھ خندہ روئی اور کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے -

اور امر معروف اور نہی منکر کو اچھی طرح انجام دینے سے دریغ نہ کریں -

کھانے پینے، سونے اور گفتگو میں اعتدال کو مدنظر رکھنا چاہئے ~

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

(یعنی نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ منہ سے قے کے ذریعہ نکلے اور نہ ہی اتنا کم کھاؤ کہ کمزوری سے تیری جان جاتی رہے)

اللہ تعالیٰ کی طلب میں مضطرب و بے آرام رہنا چاہئے - حضرت ابوبکر طمستانیؒ نے فرمایا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہ رہا - محب کو محبوب کے بغیر قرار نہیں ہوتا - اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کے ساتھ الفت نہیں کرتا -

بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ؛ مرید کو اس صفت کا موصوف ہونا چاہئے جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے -

حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ (التوبہ آیت ۱۱۸)

سلہ یہ آیت شریف ان تین مؤمن و مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت بتاتی ہے جو سہل انگاری سے بلا عذر غزوۂ تبوک میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہے تھے غزوہ سے واپسی کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بات چیت کرنے کی ممانعت فرما دی تھی کوئی ان کو سلام کا جواب بھی نہ دیتا تھا - یہ بڑے پریشان تھے - رات دن گریہ وزاری کرتے تھے - باوجود فراخی کے زمین ان پر تنگ تھی - زندگی اتنی تنگ ہوگئی کہ موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی پچاس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور ان کی توبہ قبول فرمائی -

ترجمہ ۔ یہاں تک کہ جب ان پر زمین باجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں ان پر تنگ ہوگئیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ نہیں۔ سوا اسی کی طرف آنے کے۔

جوانی کے ایام کو غنیمت جانیں اور جوانی کی قوت کو اللہ تعالیٰ کی خدمات میں صرف کریں۔ اگر مقدر میں بڑھاپے تک زندگی اور فراغت ہے تو خبر نہیں کہ اس وقت کچھ عمل ہو سکے گا یا نہیں۔ یہ حدیث آپ کے کانوں میں پہنچی ہو گی۔

شَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰہِ - فِی ظِلِّہٖ[۱]

ترجمہ:۔ وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پایا، اللہ تعالیٰ اس کو سایہ (پناہ) عطا فرمائے گا۔

بدعتی سے دور رہنا چاہیئے اور بدعت والے امور سے بالکل کنارہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نجات سنت کی پیروی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا مانگتے رہیں کہ وہ کامل بزرگ کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کے جوہر کو جلا حاصل ہو۔ اور انسانی کمال ظہور میں آئے اور ناقص کی صحبت نہ دے کیونکہ ناقص سے کامل نہیں بن سکتا۔ اور سالک کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے۔

(از مکتوب ۱۴۵ - دفتر اول)

۱۵ - اللہ تعالیٰ کے فعل پر راضی اور خوش رہیں اور راہِ شریعت کو محکم پکڑیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پہ عمل کریں۔

پنج گانہ نمازوں کے مسجد میں اول وقت پر حاضر ہوں۔

اپنی والدہ اور سب حق داروں کی رضاجوئی کے لئے کوشش کریں۔

جوانی کے موسم کو غنیمت جانیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضی والے کاموں کی بجاآوری میں پوری کوشش کریں اور جوانی کی قوتیں اللہ تعالیٰ کی رضا میں صرف کریں۔ بڑھاپے کے ایام میں کیا کام ہو سکے گا اس لئے جوانی کے ان ایام کو سستی میں نہ گزاریں۔ اور ان کو لہو ولعب میں نہ صرف کریں اور عیش میں نہ پڑیں کیونکہ عیش کا وقت آئندہ آنے والی زندگی میں ہے۔

---

[۱] یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث مسلم شریف میں یوں ہے:۔

ترجمہ:۔ سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سایۂ (پناہ) عطا فرمائے گا۔ اپنے سایۂ رحمت سے اس دن جس میں کوئی سایہ خدا کے سایہ کے سوا نہ ہوگا۔ ۱۔ منصف بادشاہ ۔ ۲۔ اور وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پایا۔ ۳۔ اور وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے۔ ۴۔ اور وہ دو شخص جو اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں۔ اسی محبت پر ملتے ہیں اور اسی سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ ۵۔ اور وہ شخص جس کو کسی بڑے خاندان کی عورت (زنا کو زنان فاحشہ) نے جو حسین و مالدار تھی (بری نیت سے) بلایا۔ اس شخص نے جواب دے دیا کہ میں تو خدا سے ڈرتا ہوں (اور برائی کا مرتکب نہ ہو)۔ ۶۔ اور وہ شخص جس نے صدقہ چھپا کر کیا یہاں تک کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوئی کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔ ۷۔ اور وہ شخص جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور خوف الٰہی سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔
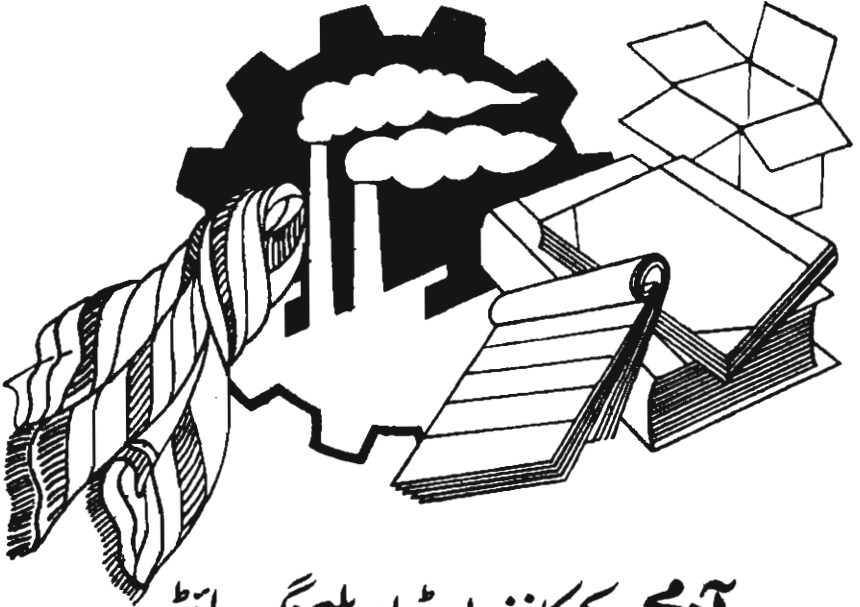
افکار و اخبار

ایک دلچسپ تاریخی بحث کا آغاز

خان غازی کابلی احراری کے قلم سے

(اس سلسلۂ بحث میں ایڈیٹر کا مراسلہ نگار حضرات سے اتفاق ضروری نہیں ــــــــ)

کیا علامہ سید انور شاہ مظفر آبادی مسعودی افغانی تھے؟

مکرمی مولانا سمیع الحق صاحب فاضل حقانی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ــــــ الحق کے شمارۂ رمضان المبارک میں غازی نے "جگ بیتی اور آپ بیتی" کے عنوان کے تحت "علامہ سید انور شاہ" کے بارے میں جو انکشافات اور سوالات کئے تھے انہیں پڑھ کر صاحبزادہ انظر شاہ صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے اکتوبر ۷۰ء کے الحق میں انہیں "اکاذیب و اغلوطات کا مجموعہ" بتا کر غازی کے خلاف دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اور علامہ سید انور شاہ اور مولانا سید احمد رضا بجنوری کے افغان یا پختون بتانے پر احتجاج کیا ہے۔ غازی کے نزدیک اور علامہ سید انور شاہ اور مولانا سید احمد رضا بجنوری اسی طرح ہی افغان تھے اور ہیں جسطرح مشہور جہاں گرد علامہ سید جمال الدین افغانی تھے۔ کسی سید کا افغانی اور حضرت مجدد الف ثانی کیطرح کابلی ہونا باعث صد فخر و ناز تو ہوسکتا ہے، باعث تحقیر ہرگز نہیں۔

غازی نے جس خیال اور نظریئے سے علامہ سید انور شاہ اور مولانا سید احمد رضا بجنوری کو افغان لکھا تھا۔ اس کے تحت تو "دیوبند" اور "دارالعلوم دیوبند بھی "افغانی" ہیں دیوبند میں افغان بادشاہ سکندر لودھی کی تاریخی مسجد اور دارالعلوم دیوبند میں افغان بادشاہ محمد طاہر شاہ کا "باب الظاہر" غازی کے خیال اور نظریئے کی تائید کیلئے موجود ہیں ــــــ صاحبزادہ سید انظر شاہ نے خود بھی اپنے مکتوب میں یہ تسلیم کیا ہے کہ " ان کے دادا سید منظم شاہ صاحب مظفر آباد (وادئ نیلاب) سے منتقل ہو کر موضع "ورنو" (وادئ لولاب) میں آئے تھے۔ اس سلسلے میں یہ بھی معلوم ہو کہ جب "غازی" ۱۹ نومبر ۷۰ء کو بزرگان دارالعلوم دیوبند کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے گئے تھے۔ تو مولانا سید انور شاہ مظفر آبادی کے مزار پر بھی حاضری دیکر فاتحہ پڑھا اور غازی نے دیکھا کہ حضرۃ کے لوحِ مزار پر "کشمیری" کی نسبت نذارد تھی۔ اسی طرح "الرشید" ساہیوال کے نومبر ۷۰ء کے شمارے میں جو مضمون حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کا مولانا شبیر احمد عثمانی پر شائع ہوا ہے۔ اس میں جہاں جہاں علامہ سید انور شاہ کا ذکرِ جمیل آیا ہے۔ صرف محمد انور شاہ کے نام سے ہی آیا ہے۔ "کشمیری" کی نسبت کے

ساتھ نہیں آیا ہے۔ "غازی" نے تو "جگ بیتی اور آپ بیتی" میں صرف یہی دریافت کیا تھا کہ علامہ سید انور شاہ کے نام کے ساتھ "کشمیری" کی نسبت کب سے اور کن مصلحتوں کے تحت لگی ہے جب کہ "دارالعلوم دیوبند" کے رجسٹر داخلہ میں ان کے نام کے ساتھ مظفر آبادی کی نسبت درج موجود ہے اور وہ "وادی لولاب" کے نہیں بلکہ بختون اور پشتو بولنے والے علاقے "وادی نیلاب" ہیں اور "غازی" کا یہ سوال اب بھی قائم اور تشنۂ جواب ہے۔

صاحبزادہ انظر شاہ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ "مظفر آباد بھی کشمیر میں ہے۔" لیکن "غازی" اس کے جواب میں عرض پرداز ہیں کہ کسی زمانے میں تو "سارا کشمیر" ہی افغان یا پختون تھا "کاسی" افغانوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے جو آج بھی "نواح کوئٹہ" میں موجود و آباد ہے۔ اسی قبیلہ کی نسبت سے "کاشمیر" یا "کشمیر" بنے ہیں اور اسی قبیلہ کے لوگوں نے ہندوستان میں دریائے گنگا کے کنارے شہر "کاشی" آباد کیا تھا جو اب "بنارس" کے نام سے مشہور ہے "غازی" نے "جگ بیتی اور آپ بیتی" میں علامہ سید انور شاہ کو "مسعود بابا" کی نسل سے بتایا تھا۔ اس سلسلے میں صاحبزادہ سید انظر شاہ تو خاموش ہیں لیکن مولانا احمد حسن صاحب نے الحق پڑھ کر جنوبی وزیرستان سے "غازی" کو لکھا ہے کہ "مسعود بابا" کی قبر جنوبی وزیرستان میں ہے، جن سے افغانوں کا مشہور اور مجاہد قبیلہ "مسعود" یا "مسعودی" منسوب ہے۔ مولوی احمد حسن کا پورا مکتوب ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی احمد حسن لسوندی قوم برکی جنوبی وزیرستان ڈاکخانہ کوٹ کئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (پاکستان)

"دلداری از گفتار (یا نگار) خیزد"

"صاحب قدر جناب خان غازی کابلی۔ عمر دراز باشید" السلام علیکم۔ خیریت جانبین نصیب باد الحق رسالہ میں آپ صاحب کا مضمون بندہ نے جب دیکھا تو "مسعود بابا" کے خاندان کا ذکر جو کشمیر میں آباد ہیں ہمیں تعجب میں ڈالا ہے۔ کیونکہ جنوبی وزیرستان میں مسعودی قبائل بکثرت آباد ہیں اور کشمیر کے باشندے ساتھ بوجہ آپ صاحب کے انکشافات کے اشتیاق پیدا ہوا ہے کہ ہمیں ان کے ساتھ رابطہ کی سہولت میسر فرما دیں۔ وہاں کون کون خیل اور ہمارے قبائل ہیں اس طرح برکی خاندان بھی یہاں بکثرت آباد ہیں اور ایک ساتھ بھارت میں بمقام جالندھر یا دکن وغیرہ ہیں۔ اس میں سے اگر ہمیں مطلع فرما دیں تو گم گشتہ قبائل کی جان پہچان ہوگی۔ ہمارے متعلق اگر کوئی خدمت ہو تو بندہ تابعدار و تیار ہے۔"

احمد حسن برکی ۷۸/۱۱/۱

علامہ سید انور شاہ کی اس بحث میں یوں ہی ضمنی طور پر مولانا احمد حسن کے خط کے جواب میں "غازی" عرض پرداز ہیں کہ بھارت کے مشرقی پنجاب کی سرحد پر پاکستان کا مشہور قصبہ "برکی" افغانوں کی یادگار کی غمازی کرتا ہے۔ اسی طرح لدھیانہ اور سلطان پور لودھی وغیرہ لودھی افغانوں کی یادگاریں ہیں۔ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب)

میں قادیان جو احمدیوں کا (قادیانیوں کی جنم بھومی ہے) مرکزی شہر ہے ۔ یہ بھی سلطان بہلول لودھی افغان کے عہد کے مشہور عالم " ملاں قادن " کے نام سے منسوب ہے ۔ جالندھر میں بیشمار ایسی بستیاں اور محلے وغیرہ اب تک موجود ہیں جن کے نام افغانوں کے قبیلوں سے موسوم ہیں ۔ مگر قیام پاکستان کی برکت سے اب یہ افغانوں سے خالی ہو چکے ہیں اور ان میں " ببرسنگھ " اور " لالہ جان " قسم کے لوگ دندنا رہے ہیں ۔ افغانوں کا نام تک نہیں ہے ۔ اسی طرح کشمیر کے قریباً تمام باشندے نسلاً افغان ہیں اور ان میں سے اکثر اپنے آپ کو " خان " یا " ملک " کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں ۔ اور " سدن " قبیلہ تو " سدوزئی " کا بگڑا ہوا ہے ۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ کشمیری پنڈتوں کے ایک قبیلہ کا نام بھی " بام زئی " ہے ۔ اسی طرح افغانوں کی قومی زبان پشتو کی مثل مشہور ہے " کشمیر خو گنڈا د پختون دہ " یعنی کشمیر تو " پختونوں " یا " افغانوں " کی ایک بیوہ ہے ۔ اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے ۔ مگر چونکہ بات علامہ سید انور شاہ اور " مسعود بابا " کے خاندان کی ہے اس لئے دوسری باتوں کو اس مضمون میں نظر انداز کیا جاتا ہے ۔ مولانا احمد حسن نے جنوبی وزیرستان سے جو مکتوب " غازی " کو بھیجا ہے ۔ اس میں " مسعود بابا " کا ایک طویل شجرہ بھی ہے ۔ جس کا اختصار یوں ہے ۔

قوم مسعود بابا

- بہلولزئی
  - ایمل خیل
  - نانو خیل
- ملی زئی
  - منزئی
  - شمن خیل
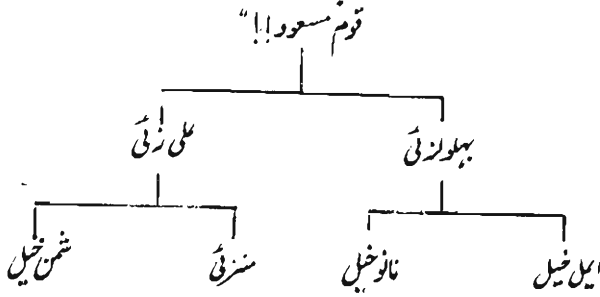
" مسعود بابا " سے منسوب قوم کا شجرہ بہت طویل ہے ، لیکن اس میں " شمن خیل " مشہور مجاہد " غازی موسیٰ خان " کی وجہ سے زیادہ مشہور ہے ۔ ان حالات کی موجودگی میں " غازی " نہایت ادب کے ساتھ صاحبزادہ انظر شاہ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ کشمیر کے " مسعودی " " مسعود بابا " کی کس خیل یا خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا پہلا بزرگ جو جنوبی وزیرستان سے ہجرت کر کے کشمیر آیا تھا وہ کون تھا ؟ اور یہ بھی بتائیں کہ ان کے والد بزرگوار حضرت علامہ انور شاہ کے نام کے ساتھ " کشمیری " کی نسبت کب اور کس نے کن مصلحتوں کے پیش نظر لگائی گئی ہے ۔ اور کیا علامہ سید انور شاہ " پشتو " نہیں جانتے تھے ؟ اور انہوں نے کاکول ضلع ہزارہ میں پختون عالم مولانا فضل الدین سے ابتدائی تعلیم حاصل نہیں کی تھی ؟ کیا دارالعلوم دیوبند کے داخلہ کے رجسٹر میں ان کے نام کے ساتھ " مظفر آبادی " درج نہیں ہے ۔

" مسعود بابا " جن کا مزار جنوبی وزیرستان میں ہے اور ان سے منسوب " کشمیری " اور " پاکستانی " مسعودیوں

کے بارے میں "غازی" کو یہ یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ ان کی زبان باوجود ہجرت وطن کے آج بھی پشتو ہے۔ اور
اور حضرت مولانا سعید مسعودی آف گا ندھر بل سری نگر تو پشتو کے اچھے خاصے عالم اور اسکالر بھی ہیں۔
مختصر یہ کہ "وادیٔ لولاب" اور "وادیٔ نیلاب" یعنی ہندوستانی اور پاکستانی مسعودی دونوں پشتو جانتے
ہیں۔ اور بولتے ہیں، البتہ جو "مسعودی" اپنی قوم اور اصل سے کٹ کر بکھر گئے ہیں۔ وہ ایسے ہی پشتو کو بھول گئے ہیں۔
جیسے دوسرے افغانی بھول گئے ہیں اور اب رامپور، بھوپال وغیرہ میں بس کر صرف نسلاً افغان ہونے پر فخر کرتے ہیں آخر
میں "غازی" نہایت ادب و احترام کے ساتھ صاحبزادہ انظر شاہ صاحب سے عرض پرداز ہیں کہ وہ مندرجہ بالا گذارشات
پر محققانہ اور عالمانہ انداز میں روشنی ڈالیں "اکاذیب و اغلوطات" کی باتوں سے خالص تاریخی اور علمی مسئلے سے
دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ علامہ سید انور شاہؒ کے صاحبزادے ہونے کے ناطے ان کی گالیوں سے "غازی"
بے مزا نہیں بلکہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسے بزرگ کے پیارے صاحبزادے ہیں جن سے "احرار اسلام"
اور "ٹوڈیان کرام تمام" دونوں کا نیاز مندانہ تعلق رہا ہے۔ اس لئے "غازی" ان کی پیاری اور تلخ گالیوں کو بھی ہضم کرنے
کی طاقت رکھتے ہیں اور جواب میں صرف دادا استاد داغ کا یہ شعر عرض کرتے ہیں ؎

اے "خان" بُرا مان نہ تو ان کے کہے کا
معشوق کی گالی سے تو عزت نہیں جاتی

■■

صلا سے آگے :
استاد عبدالعزیز المیمنی کا آخری مضمون جو میرے خیال میں چھپا وہ "مجلۃ المجمع العلمی الھندی" جمادی الآخر
۱۳۹۶ھ (جون ۱۹۷۶ء) علی گڑھ میں تھا جس کا پورا عنوان یہ تھا : "ابو عمر الزاھد"
وہ اس رسالہ کے صا ۔ صا۹ پر مشتمل ہے، جس کے آخر میں "علی گڑھ (الھند)" طبع ہوا ہے۔ اس رسالہ
کے ابتدا میں رئیس التحریر الدکتور مختار الدین احمد نے لکھا ہے :

"تمتاز جامعہ علیگڑھ (الھند) الاسلامیہ من بین جامعات الھند بانھا قد
خصص فیھا کرسی للعربیہ قبل الجامعات الاخری لشخصیات علمیہ بارزۃ لھا
الماثی الدکتور ھورفنتز، استاذ کرینکو، استاذ اوتو الشبیر والفاضل الکبیر العلامہ
عبد العزیز المیمنی ـــــ"

اور یہ رسالہ علی گڑھ (ہند) سے حال میں ہی دستیاب ہوا ہے۔ مگر مولانا عبدالعزیز المیمنی کا انتقال بعمر چھیانوے (۹۶)
سال ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہوا۔ یہ متذکرہ رسالہ میرے خیال میں مولانا کی نظر سے نہیں گذرا جس میں آپ کا یہ مقالہ علی گڑھ
میں طبع ہوا یعنی اس طویل عمر کے آخر تک آپ علمی کام کرتے رہے ــــ نہ معلوم انہوں نے کیا کیا علاوہ کتاب کے
مجلات میں لکھا ہے ـــــ

SOHRAB
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سُہراب

قارئین

شیخ الحدیث مدظلہ
کی
ڈاکٹریٹ کی ڈگری
یا
جدید دانشگاہوں کی حقیقت پسندی

بیشمار تبریکی خطوط
میں سے چند
خطوط کے
اقتباسات

— حضرت مولانا و بالفضل اولانا عبدالحق متعنا اللہ بطول حیاتہ کو پشاور یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی ہے۔ اس خبر سے مسرت ہوئی اگرچہ ان کے علم و فضل کے اعتبار سے اس اعزاز کی کوئی حیثیت نہیں مگر اس سے اطمینان ہوا کہ اب ہمارے مغربی طرز کے علمی اداروں اور مغربی علوم کے فضلاء کو اپنے اکابر و علماء کی عظمت کا احساس ہونے لگا ہے۔ اور یہ بڑی بات ہے۔ (پروفیسر محمد ایوب قادری ناظم آباد۔ کراچی)

— اخبارات کے ذریعہ اطلاع ملی کہ جامعہ پشاور نے حضرت والا کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی ہے۔ یہ اعزاز آپ کیلئے تو اعزاز نہیں علم و دانش کی جو شمع آپ سے روشن ہے وہ اس قسم کے اعزاز سے بلند و بالا ہے۔ اور خدمت دین کا جو حصہ جناب والا نے انجام پایا ہے وہ بہت قابل قدر ہے، پھر بھی جدید دانشگاہوں سے علماء کرام کا یہ اعزاز دراصل اعتراف اور حقیقت پسندی کی خوشگوار علامت ہے جس کے لئے جامعہ پشاور مبارکباد کی مستحق ہے۔ (مولانا محمد ولی رحمانی۔ جامعہ رحمانی ایم ایل سی بہار (انڈیا))

— ڈاکٹریٹ پر تہنیت عرض کردیں، اس ڈگری کی شان میں واقعی اب اضافہ ہوگیا۔
(خسروی۔ ناظم آباد۔ کراچی)

— میری طرف سے بھی حضرت مولانا ۔۔۔۔ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کردیں۔ کاش یہ تمام کاروائی مدرسہ اکوڑہ خٹک میں ہوتی اور آپ کو ضرور چاہیئے تھا کہ آپ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی مختصر سوانح حیات بھی رقم کردیتے تاکہ اس کے ہمراہ یادگار قائم رہتی۔ (ڈاکٹر عبداللہ چغتائی گلبرگ لاہور)

— گو حضرت اس سے کہیں بلند ہیں مگر مبارکباد پیش ہے۔ (نور محمد غفاری ایم اے۔ بہاولنگر)

— اب انشاء اللہ پاکستان کے افق پر اسلامی ستارے جلوہ افروز ہوتے رہیں گے

(سعد عزیز الرحمٰن۔ کوچنگ سنٹر نوشہرہ)

● سب اہل علم کے لئے نہایت خوشی کا موقعہ۔ (سید احمد شاہ تخت بھائی۔ مردان)

● اعلیٰ اسلامی خدمات پر اعزازی ڈگری پر مبارکباد۔ (عبدالواحد رنگ والے۔ اوکاڑہ)

● ہر طرف خوشی پھیل گئی۔ (جمال الدین غوریوالہ۔ بنوں)

● فرزندان دارالعلوم اور اہل علم کو خصوصاً خوشی ہو چکی ہوگی۔ (عنایت اللہ حقانی۔ سوات)

● شکر ہے کہ برسوں بعد ارباب اقتدار کو اس گنجینۂ علم کی اطلاع ملی۔ (زین العابدین۔ سٹور۔ سوات)

● شیخ الحدیث کو پشاور یونیورسٹی کی ڈگری ملنے پر مبارکباد سب دوست پیش کرتے ہیں۔

(محمد سکین۔ ہانگ کانگ)

● اپنے اور رفقاء کیطرف سے دل کی گہرائیوں سے مبارکباد۔ یہ خادمین علماء دیوبند کا بڑا اعزاز ہے۔ خدا کے فضل و کرم اور آپ کی پر خلوص دینی محنت کا دنیا نے اعتراف کیا ہے۔

(قاری محمد اسد اللہ عباسی دارالعلوم ربانیہ۔ مری)

● یہ کام یونیورسٹی کو بہت پہلے کرنا چاہیئے تھا۔ حضرت جیسی علمی شخصیت پورے پاکستان میں شاید ہی کوئی ہو۔ البتہ آپ نے پشاور یونیورسٹی کو ممتاز ترین علمی ادارہ لکھا ہے۔ ممتاز تو ہے مگر ممتاز ترین نہیں۔

(حق نواز وحید مشتاق میڈیکوز۔ حضرو)

● اخبارات کے ذریعہ اس خوشخبری سے تمام خاندان کو دلی خوشی ہوئی ہماری یونیورسٹی نے آپ کی قابلیت کو سراہا، اللہ تعالیٰ آپکو ایسی مہربانیوں سے نوازتا رہے۔ لندن سے جنگ اخبار آتا ہے۔ اس میں ایک دو مرتبہ آپ کے ہسپتال میں داخلہ اور علاج معالجے کا پڑھا۔ (محمد یحییٰ قریشی۔ ٹورانٹو۔ کینیڈا)

● حضرت کیلئے یہ اعزاز کوئی اعزاز نہیں، ہاں خود اس اعزاز کے لئے فخر کی بات ہے کہ حضرت مولانا نے اسکو شرف قبولیت بخشا ہے۔ ہاں پشاور یونیورسٹی مبارکباد کی مستحق ضرور ہے کہ کسی کی نگاہ حق شناس نے اس گئے گذرے دور میں بھی ایک ایسی عظیم شخصیت کے در عظمت پر دستک دی ہے۔

(کرنل ریٹائرڈ بشیر محمد شاد۔ سیالکوٹ)

● دینی اصلاحی اور علمی خدمات کا حقیقی صلہ تو اللہ ہی عطا فرما دے گا۔ مگر جامعہ پشاور کے علم دوست منتظمین کو آپ کی خدمات جلیلہ کا کم ازکم احساس تو ہے۔ (مولانا سلطان محمد خطیب لاہور چھاونی)

● اگرچہ اس ڈگری سے آپ کی عظمت بے حد زیادہ ہے، تاہم مقام شکر ہے کہ پشاور یونیورسٹی نے آپکے ملی و دینی خدمات کی قدر کی ہے۔ تمام اراکین دارالعلوم کو مبارکباد۔ (مولانا لطف اللہ جامعہ امینیہ۔ کراچی۔)

● مبارک باد، اللہ تعالیٰ اقبال مزید بلند کرے۔ (افسر بہادر، دردبک نادرے)

احوال و کوائف

شفیق فاروقی
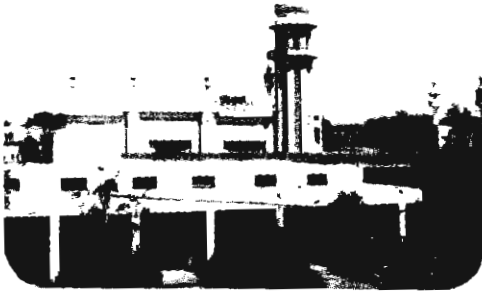
دار العلوم کے شب و روز

مولانا مفتی محمود صاحب کی آمد

۱۵ر دسمبر — پاکستان قومی اتحاد کے صدر اور جمعیۃ العلماء اسلام کے رہنما مولانا مفتی محمود صاحب تقریباً ۳ ماہ سی ایم ایچ راولپنڈی میں زیر علاج رہنے کے بعد آج شام دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پہنچے اٹک پل پر مولانا سمیع الحق صاحب نے علاقہ کے معززین کے ساتھ ان کا استقبال کیا مولانا مدظلہ نے یہاں پہنچ کر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی عیادت کیلئے گھر تشریف لے گئے گھنٹہ بھر ان کے ساتھ رہے، آپ نے رات کا عشائیہ میاں حضران شاہ صاحب کے گھر کھایا جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی نماز عشاء کے بعد دار الحدیث ہال میں جو طلبہ علماء اساتذہ اور معززین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں اقدامات اور اسلامی حدود و تعزیرات کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ تک نہایت عالمانہ خطاب فرمایا۔

۱۶ر دسمبر — مولانا مفتی محمود صاحب نے جناب الحاج شیر افضل خان بدرشی رکن دار العلوم کی عیادت کی اس کے بعد جناب ایڈیٹر الحق بھی آپ کے ساتھ سابق گورنر جناب ارباب سکندر خان خلیل کے ہاں تہکال بالا گئے اور ان کی والدہ مرحومہ کی وفات پر اظہار تعزیت کیا۔ مولانا مفتی محمود صاحب نے خیبر ہسپتال پشاور میں دار العلوم حقانیہ کے زیر علاج بزرگ استاد مولانا محمد علی صاحب سواتی مدظلہ کی عیادت بھی فرمائی اور کچھ دیر ان کے ساتھ رہے۔ مولانا محمد علی صاحب عارضۂ قلب کی وجہ سے اس ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

۱۷ر دسمبر — ناظم کتب خانہ دار العلوم مولانا گل رحمان صاحب سفر حج و زیارت سے بخیریت واپس تشریف لائے۔

۲۵ر دسمبر — مولانا سمیع الحق صاحب نے پشاور میں مولانا محمد ایوب جان بنوری کے برادر محترم جناب یعقوب جان بادشاہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔

۲۹ر دسمبر — رکن اسلامی مشاورتی کونسل مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دار العلوم تشریف لائے۔

نمازِ جمعہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی عیادت فرمائی، آپ دن بھر مولانا سمیع الحق کے ساتھ رہے اور رات اسلام آباد واپس تشریف لے گئے۔

۳۱ر دسمبر ـــــ مولانا عبدالباقی سابق وزیر اوقاف سرحد کی دارالعلوم آمد اور شیخ الحدیث مدظلہٗ سے ملاقات۔

یکم جنوری ۱۹۷۹ء ـــــ ادارۂ تحقیقات اسلامی پاکستان اسلام آباد کے ڈائرکٹر جناب ڈاکٹر عبدالواحد اور حضرت مولانا عبدالحق ربانی میرپور خاص دارالعلوم کے معائنہ اور شیخ الحدیث مدظلہٗ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ مولانا عبدالحق ربانی دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب العلمی میں شیخ الحدیث مدظلہٗ کے رفیق رہے۔ آپ مولانا عبیداللہ سندھی سے بھی استفادہ کرچکے ہیں۔ نمازِ ظہر کے بعد دارالحدیث میں طلبہ سے ہر دو حضرات نے خطاب بھی فرمایا۔ مولانا ربانی صاحب موصوف کا موضوعِ خطاب حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تصانیف اور علوم رہا۔ آپ نے طلبہ اور اہلِ علم پر زور دیا کہ ان حضرات کی تصانیف اور علوم سے گہرا شغف پیدا کریں

۲ر جنوری ـــــ دارالعلوم کے دو سابق فارغ التحصیل حضرات مولانا حسین بادشاہ وزیرستانی مولانا نجم الدین وزیرستانی کی دستاربندی دارالحدیث میں اساتذہ نے فرمائی۔

۶ر جنوری ـــــ دارالعلوم کے سہ ماہی تقریری وتحریری امتحانات شروع ہوئے جو ہفتہ بھر جاری رہے۔

۶ر جنوری ـــــ مولانا سمیع الحق صاحب نے لاہور میں جمعیۃ العلماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ میں شرکت کی۔

۷ر جنوری ـــــ لاہور میں وفاق المدارس العربیہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں دارالعلوم حقانیہ سے مولانا سمیع الحق صاحب شریک ہوئے۔

۹ر جنوری ـــــ مولانا سمیع الحق صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ کی آنکھوں کے اپریشن کے سلسلہ میں لاہور سے کراچی روانہ ہوئے۔

۱۳ر جنوری ـــــ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ پشاور سے بذریعہ طیارہ بغرض علاج کراچی پہنچے ہوائی اڈہ پر علماء وصلحاء اور متعلقین نے استقبال کیا۔ آپ کے قیام کراچی وعلاج وغیرہ کی تفصیل اگلے شمارہ میں شائع ہوگی۔

قوم کا ۳۱واں سال
پاکستانی جہازرانی کی
نمایاں کامیابی کا سال
این ایس سی اور پی ایس سی ان دونوں قومی جہاز راں اداروں نے
پاکستانی جہازرانی کو ایک نئے دور سے ہمکنار کرنے کے لئے
اپنے بحری بیڑوں کو ایک دوسرے میں ضم کر دیا ہے
۴۸ مسافر و مال بردار جہازوں کا یہ مشترک بیڑہ
اب ساری دنیا کی بندرگاہوں تک بہتر اور تیز تر
شپنگ سروس بہم پہنچا رہا ہے۔
این ایس سی اور پی ایس سی اب نئے جوش عمل کیساتھ
ملکی ترقی و قومی خوشحالی کے لئے رواں دواں ہیں۔
نیشنل
شپنگ
کارپوریشن
NSC
پاکستان
شپنگ
کارپوریشن
NSC
Paragon ● 78 NSC 2
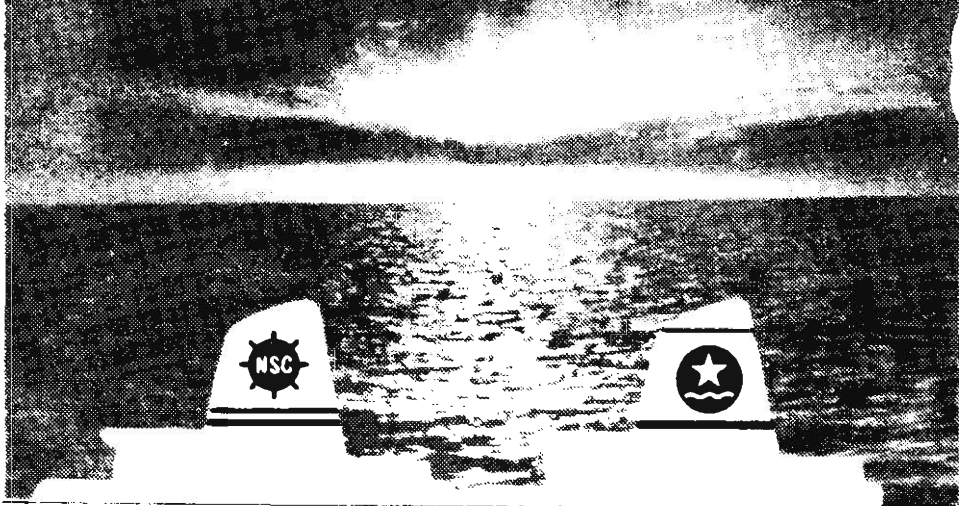
بلند ہمّت
جَوانوں کی پسند
اُجَالا ڈینِم
اور
صَدف شرٹنِگ
مضبوط و دیرپا اُجالا واش اینڈ ویئر ڈینم
خوشنما رنگوں میں لیجیے۔
صدف شرٹنگ بہت سے پکے رنگوں میں
دستیاب ہے۔
زندہ دل جوانوں کا ذوقِ زیبائش
آج جنکے دم سے رونق اور چہل پہل ہے۔
MADE OF
Toray
TETORON
POLYESTER FIBER
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
MFTM-S-77
Asiatic

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

تندرستی کا راز
دانتوں کی صفائی میں ہے
صحت مند مسوڑوں اور
مضبوط دانتوں کے لئے
فارھنس
ٹوتھ پیسٹ استعمال کیجئے
انٹرنیشنل لیبارٹریز لمیٹڈ
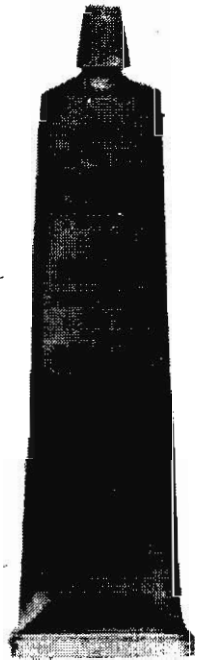
لمیٹڈ
لارنس پور وولن اینڈ ٹیکسٹائل ملز
تیار کنندہ
عمدہ ریشمی
و
اونی
پارچہ جات
معیاری
سوٹنگ
و
یارن